۳۰ تیس راتیں

مفتی سید سعادت علی قادری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی
پاکستان

۳۰

تیس راتیں

مفتی سید سعادت علی قادری

ناشر:
ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	تین راتیں
مصنف	مفتی سید سعادت علی قادری
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
تاریخ اشاعت	اگست 2004ء
تعداد	ایک ہزار
کمپوزر کوڈ	1Z149
قیمت	-/69 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953
9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350
فیکس:۔ 042-7238010
14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔ 021-2210212-2212011-2630411
e-mail:- zquran@brain.net.pk
Website:- www.ziaulquran.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تیس راتیں، رمضان المبارک کی راتوں کے لیے تیس مضامین کا مجموعہ ہے جس کو میں نے نہایت آسان زبان میں اس مقصد سے مرتب کیا ہے کہ ہر رات، عشاء کی اذان کے بعد فرضوں سے پہلے مساجد میں ان کے سننے کا اہتمام کیا جائے، وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اختصار سے کام لیا ہے، آٹھ دس منٹ کے درمیان ایک مضمون پڑھا جا سکتا ہے، عربی عبارات نہ پڑھی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، باوجود اختصار کے ان مضامین میں اہم ضروری مسائل اور تاریخی واقعات بیان کرنے کے علاوہ، اخلاق کردار کی اصلاح کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر مساجد میں، اس سلسلہ کو پابندی کے ساتھ جاری کیا گیا تو عوام دلچسپی سے سنیں گے بھی اور خصوصاً نوجوان اور بچوں کو، اس سے بے حد فائدہ ہوگا۔

۱۹۸۱ء میں پہلی مرتبہ جنوبی افریقہ کا دورہ کیا۔ رجب و شعبان کے مہینے تھے، اس لیے رمضان کی آمد کا چرچا ہو رہا تھا، اسی دوران مجھے بتایا گیا، کہ ایک عرصہ سے جنوبی افریقہ میں یہ طریقہ رائج ہے کہ عشاء کے فرضوں کے بعد تراویح سے قبل ایک مختصر تقریر ہوتی ہے، بعض مساجد میں یہ ذمہ داری ائمہ کی ہے اور بعض میں، کوئی بھی نوجوان کسی کتاب سے کچھ پڑھ دیتا ہے مجھے افسوس ہوا کہ رواج اچھا ہے۔ لیکن پورا فائدہ نہیں ہو رہا کیونکہ اس قسم کی کوئی مناسب کتاب نہیں جو ان راتوں میں سنانے کے لیے موزوں ہو۔ میں نے خود یہ کام کرنے کا فیصلہ کیا، لیکن افسوس کہ مسلسل سفر اور شدید تبلیغی ذمہ داریوں کے سبب تاخیر ہوتی رہی، اور ہر سال جنوبی افریقہ کے

دورے، پر مجھے اس تاخیر کا احساس ہوتا رہا۔

خدا کا شکر ہے کہ اس سال رمضان المبارک میں قیام ہالینڈ کے دوران قدرے فرصت میسر آئی، اور اس کام کو شروع کر دیا، پھر بھی پوری یکسوئی کے ساتھ، جتنی توجہ سے ان مضامین کو مرتب کرنا چاہیئے تھا، وہ صرف نہ کر سکا، تاہم مجھے یقین ہے کہ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہوگا اور انشاءاللہ کتاب مفید ثابت ہوگی، آپ خود پڑھیئے اور دوسروں تک اس کو پہنچائیے تاکہ فائدہ عام ہو۔

چونکہ، جنوبی افریقہ اور دیگر اکثر افریقی ممالک میں انگریزی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ہالینڈ کی زبان ڈچ ہے۔ لہٰذا ان دونوں زبانوں میں بھی ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ جو جلدی منظر عام پر آجائے گا، اس سے پہلے میری کتاب "مرض سے موت تک" "اچھا برتاؤ" دونوں کا ترجمہ ان زبانوں میں ہو چکا ہے۔

قارئین سے، سامعین سے گزارش ہے کہ اگر کتاب سے کچھ فائدہ ہو تو فقیر راقم الحروف کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد کر لیں۔

محتاج دعا

فقیر سید سعادت علی القادری

۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

مطابق ۳۱ر مئی ۱۹۸۶ء

ہالینڈ

فہرست

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
پہلی رات	۷	نویں رات	۴۸
استقبالِ رمضان		رخصتِ روزہ	
دوسری رات	۸	دسویں رات	۵۴
فضیلتِ رمضان		نفلی روزے	
تیسری رات	۱۷	گیارھویں رات	۵۹
تراویح		خاص دنوں کے روزے	
چوتھی رات	۲۳	بارھویں رات	۶۵
سحری		مقصدِ روزہ	
پانچویں رات	۲۸	تیرھویں رات	۷۰
فرضیت روزہ		صبر	
چھٹی رات	۳۳	چودھویں رات	۷۵
مسائل روزہ		مواسات	
ساتویں رات	۳۸	پندرھویں رات	۸۰
مسائل روزہ		فراخی رزق	
آٹھویں رات	۴۳	سولہویں رات	۸۵
روزہ اور روزہ دار		غزوۂ بدر	

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
سترہویں رات	۹۰	چوبیسویں رات	۱۲۶
غزوۂ بدر		قرآن کا چیلنج	
اٹھارویں رات	۹۶	پچیسویں رات	۱۳۱
توبہ و استغفار		ترتیب قرآن	
انیسویں رات	۱۰۱	چھبیسویں رات	۱۳۶
اعتکاف		شبِ قدر	
بیسویں رات	۱۰۶	ستائیسویں رات	۱۴۱
مسائل اعتکاف		دُعا	
اکیسویں رات	۱۱۱	اٹھائیسویں رات	۱۴۶
نزولِ قرآن		الوداع	
بائیسویں رات	۱۱۶	انتیسویں رات	۱۵۱
عظمتِ قرآن		صدقۂ فطر	
تیئسویں رات	۱۲۱	تیسویں رات	۱۵۵
مقصد نزولِ قرآن		عید الفطر	

پہلی رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج کا سورج غروب ہونے کے بعد، ہم نے خوشخبری سنی، کہ رمضان کا چاند نظر آگیا، یہ مژدہ سنتے ہی ہم سب اس مقدس مہینے کی مخصوص عبادت، تراویح ادا کرنے کے لیے جمع ہیں، اللہ ہماری حاضری کو قبول فرمائے، اور خیر و عافیت کے ساتھ اس مبارک مہینے کو پورا کرے اس برکت والے مہینے کی آمد پر میں، آپ کو آپ کے گھر والوں اور، دنیا بھر کے مسلمانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور اس، پہلی رات میں، نبی کریم علیہ السلام کا وہ خطبہ سناتا ہوں، جس سے ہم سب کو اس مہینے کی عظمت اور فضیلت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرات محترم!

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آخر شعبان میں نبی کریم علیہ السلام نے، صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یاایھا الناس قد اظلکم	اے لوگو، تم پر عظمت والا مہینہ سایہ کر رہا ہے
شھر عظیم شھر مبارک شھر فیہ	یہ مہینہ برکت والا ہے، جس میں ایک رات ایسی ہے
لیلۃ خیر من الف شھر جعل اللہ	جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے یہ وہ مہینہ ہے جس
صیامہ فریضۃ وقیام لیالہا	کے روزے اللہ نے فرض کیے، اور جس کی راتوں کا
تطوعا من تقرب فیہ بخصلۃ	قیام نفل بنایا، جو اس مہینہ میں کسی نفلی نیکی سے
من الخیر کان کمن ادی فریضۃ	اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے تو اسے فرض ادا
فیما سواہ ومن الخیر کان کمن	کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ اور جس سے اس مہینہ

ادى فريضة فيه كان كمن ادى سبعين فريضة فيما سواه وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة وشهر يزاد فيه رزق المؤمن من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل اجره من غير ان ينتقص من اجره شيء، قلنا يا رسول الله ليس كلنا نجد ما نفطر به الصائم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطي الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة لبن او تمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظما حتى يدخل الجنة وهو شهر اوله رحمة و اوسطه مغفرة واخره عتق من النار ومن خفف عن مملوكه فيه غفر الله له واعتقه من

میں، کسی نفلی نیکی سے اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے تو اسے فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے اس مہینہ میں ایک فرض ادا کیا، تو اسے دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب ہوگا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ آپس میں ہمدردی کا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں مسلمانوں کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو اس مہینہ میں کسی روزے دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی بخشش ہوگی اور آگ سے اس کی گردن آزاد ہو جائے گی، اور اس کو روزے دار کا سا ثواب ملے گا۔ روزے دار کے ثواب میں کمی کے بغیر (حضرت سلمان فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، ہم میں سے ہر شخص کے پاس روزہ افطار کرانے کا انتظام نہیں، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا، جو دودھ کے ایک گھونٹ، یا کھجور، یا گھونٹ بھر پانی سے کسی کو افطار کرائے، اور جس نے روزے دار کو پیٹ بھر کھانا کھلایا، اللہ اسے، قیامت کے دن وہ پانی پلائے گا جس کے بعد جنت میں جانے تک وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کے اول میں رحمت بیچ میں بخشش اور آخر میں آگ سے آزادی ہے

النار۔ اور جو اس مہینہ میں اپنے غلام (ملازم) سے نرمی کرے

(مشکوٰۃ شریف) گا تو اللہ اسے بخش دے گا اور آگ سے آزاد کردیگا۔

حضرات محترم!

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ خطبہ رمضان کی عظمت اور برکت کو سمجھنے کے لیے واضح اور کافی ہے، غور فرمایئے، کہ آپ نے اس مہینہ کے آنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ "تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ کرنے والا ہے، یعنی رمضان ایک ایسا سایہ دار درخت ہے کہ جو مسلمان بھی اس کے نیچے، تھکا، ہارا، آتا ہے۔ اس کو یہ سکون بخشتا ہے، دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچا لیتا ہے، حقیقت یہی ہے کہ روزہ رکھنے والا اگرچہ، دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہے، رات کو تراویح ادا کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود، اسے ایک خاص، فرحت، سکون اور روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔

جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا،

للصائم فرحتان، فرحة روزے دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں

عند فطرة وفرحة عند لقاء ایک تو افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب

ربه۔ (مشکوٰۃ شریف) سے ملتے وقت نصیب ہوگی۔

جب مسلمان افطار کرتا ہے، تو اس کی خوشی اس کے چہرے سے ظاہر ہونے لگتی ہے سکون ملتا ہے، کیسا سرور حاصل ہوتا، اس کا صحیح اندازہ صرف روزے دار ہی کو ہوتا ہے۔ روزہ پورا ہونے اور اس عظیم عبادت کے ادا کرنے میں کامیابی پر خوشی سے دل جھوم اٹھتا ہے۔ اس روحانی کیفیت و سرور کا اندازہ ان شاء اللہ کل سے ہم سب کو ہوگا۔ اور دوسری خوشی جو خدا کے دربار میں حاضری کے وقت نصیب ہوگی، اس کو ہم اپنے لفظوں میں کیسے بیان کر سکتے۔ بس اللہ ہمارے روزے قبول کرے، تو ہمیں یقین کہ پھر قیامت کے دن ہمارا رب ہم سے خوش ہو کر یہی فرمائے گا "اے بندے، جو

میں نے کہا وہ تو نے دنیا میں مجھے راضی کرنے کے لیے کیا۔ تو اب میں تجھ سے راضی ہوں، اور اب یہاں جو تو کہے گا وہ میں کروں گا۔

نبی کریم علیہ السلام نے، اپنے خطبہ میں ہمیں بتایا کہ، یہ مہینہ ایسی رحمتیں برساتا آیا ہے، کہ اس مہینہ میں ایک نفلی نیکی کرنے والا، اتنا ثواب پاتا ہے، جتنا عام دنوں میں، فرض ادا کرنے پر ملتا ہے، اور اس مہینہ میں ایک فرض عبادت کرنے والے کو اتنا ثواب دیا جاتا ہے، جتنا عام دنوں میں ستر فرض ادا کرنے پر دیا جاتا ہے، پس آج ہم جس قدر بھی خدا کا شکر ادا کریں کم ہے، کہ اس نے ہمیں اتنی عمر عطا فرما دی کہ ہمیں یہ مہینہ نصیب ہو گیا، اب ہم جتنا چاہیں ثواب بٹور لیں، اور جو چاہیں اپنے رب سے مانگ لیں کہ اس کی رحمت کا سایہ پھیلا ہوا ہے، بس اس کے نیچے پہنچنے کی دیر ہے۔

حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق یہ مقدس مہینہ ہمارے اندر صبر کی قوت پیدا کرے گا۔ جو مومن کامل ہونے کی علامت ہے اور باہمی ہمدردی و محبت کا جذبہ بیدار کرے گا۔ جو مسلم معاشرے کی خصوصیت ہے۔ اس مہینہ کی برکت سے ہمارے رزق میں فراخی ہو گی۔

پس، مبارک ہو، کہ یہ مہینہ آگیا اور خدا نے ہمیں یہاں جمع ہونے کی توفیق بخشی دیکھیے، رب کریم کے کرم کے دروازے کھل چکے ہیں، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بتلاتے ہیں کہ :

اذا کان اول لیلۃ من	جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین
شھر رمضان صفدت الشیاطین	اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں، دوزخ
و مردۃ الجن و غلقت ابواب	کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ ان
النار فلم تفتح منھا باب	میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا، جنت
و فتحت ابواب الجنۃ فلم	کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ ان

يغلق منها باب وينادي مناد يا
باغي الخير اقبل ويا باغي الشر
اقصر ولله عتقاء من النار و
ذلك كل ليلة۔

(مشکوٰۃ شریف)

میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور غیبی پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے بھلائی چاہنے والے آ، اور اے برائی چاہنے والے باز آجا اور اللہ کی طرف سے لوگ آگ سے آزاد کیے جاتے ہیں، اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔

ہم یقین کرتے ہیں کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق، اس وقت سے شیاطین اور سرکش جن قید ہو چکے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہیں۔ جنت کے دروازے کھلے ہیں۔ خدا کی طرف سے پکار آ رہی ہے کہ جھولیاں پھیلاؤ اور بھر لو گناہوں سے نجات کا اعلان ہو رہا ہے، اب نفس پر کنٹرول کرنا باقی ہے، جو ہمارا کام ہے۔ پس آئیے، عزم کریں۔

کہ اس موقع سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں گے، روزانہ اسی طرح جمع ہوں گے، پابندی سے تراویح ادا کریں گے، روزے رکھیں گے، زیادہ سے نیکیاں کرنے کی کوشش کریں گے، اپنے اندر صبر کی قوت پیدا کریں گے۔ آپس کی کدورتوں اور نفرتوں کو محبت میں بدل کر ایک دوسرے کے لیے ایثار کریں گے، غریبوں کی ہر طرح مدد کریں گے، مصیبت زدہ بھائیوں کو سکھ فراہم کریں گے یقین جانیے اگر ہم یہ عزم کر لیں تو اس مقدس مہینہ کا ہم پر ایسا سایہ ہو گا کہ ہمیشہ کے لیے دنیا کی مصیبتوں اور آخرت کے عذاب سے نجات پا لیں گے۔ اللہ عمل کی توفیق دے آمین، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

*

دوسری رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

اسلامی سال کے بارہ مہینوں میں صرف رمضان کا مہینہ ہے جس کا نام ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ
فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ
مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ
مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے ہدایت، رہنمائی اور حق و باطل میں فرق کر دینے والی نشانیوں لے کر نازل ہوا، تو تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے،

(پ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)

رمضان کے معنی ہیں جلا دینے والا، جیسے آگ سونے کو جلا کر اس کا میل کچیل دور کر دیتی ہے، اس کو صاف و شفاف کر دیتی ہے۔ اسی طرح اس مہینہ کی نیکیاں اور عبادتیں، مسلمانوں کو گناہوں سے پاک و صاف کر دیتیں اور چمکا کر خدا سے قریب کر دیتیں اور اس کا پیارا بناتیں ہیں، نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں،

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا
وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ
اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا مَا تَقَدَّمَ

جس نے ایمان و خلوص کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان و خلوص کے ساتھ عبادت کی، اس کے پچھلے گناہ

من ذنبہٖ۔	معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
	(مشکوٰۃ شریف)

رمضان، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اسی لیے اس کے احترام کا بھی حکم دیا گیا، حضور علیہ السلام نے فرمایا،

لا تقولوا جاء رمضان	یہ مت کہو کہ رمضان آیا اور رمضان گیا، بلکہ
وذهب رمضان ولكن قولوا جاء	کہو رمضان کا مہینہ آیا، کیونکہ رمضان اللہ کے
شهر رمضان فان رمضان اسم	ناموں میں سے ایک نام ہے۔
من اسماء الله تعالى۔	(روح البیان)

اسی لیے اس کو "شهر الله" اللہ کا مہینہ کہا جاتا ہے، اور یہی وجہ کہ اللہ نے اسی کو اپنی کتاب قرآن کریم اور اس سے پہلی کتابیں نازل کرنے کے لیے پسند فرمایا کہ: صحف ابراہیم۔ رمضان کی پہلی رات میں، تورات چھٹی رات میں، انجیل تیرھویں رات میں نازل ہوئیں، (روح البیان)

اس میں شک نہیں کہ کلام الٰہی۔ ایک عظیم نعمت ہے جس کے نزول کے لیے اس مہینہ کا انتخاب، درحقیقت اس بات کا اعلان ہے کہ یہ مہینہ خدا کی بے شمار رحمتوں کے نزول کا مہینہ ہے، لیکن ان رحمتوں سے فائدہ اہل ایمان ہی کو نصیب ہوتا، کہ بنجر زمین پر کتنی ہی بارش ہو اس میں اگانے کی قوت پیدا نہیں ہو سکتی، اسی لیے نبی کریم علیہ السلام کے ارشاد میں، روزہ رکھنے اور تراویح ادا کرنے والوں کے لیے "ایمانا واحتسابا" یعنی ایمان اور خلوص کا ذکر موجود ہے کہ بغیر، ایمان و خلوص کے کسی نیکی کا اجر نہیں ملتا، تو روزے کے ذریعہ سارے گناہ کیسے دھل سکتے۔

نیز رحمت باری سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان، خود بھی پیکر رحمت بنے کہ اس مہینہ میں اپنے گھر والوں کو خوب کھلاؤ، پہناؤ، رشتہ داروں

اور پڑوسیوں کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرو، غریبوں کو تلاش کرو، اور ان کی مدد کرو، کہ جب تم اپنے خزانوں کا منہ ضرورت مندوں کے لیے کھول دو گے تب ہی خدا کی رحمت کا رُخ تمہاری طرف ہو گا، کہ پانی جب تیزی سے جاتا ہے تو تیزی سے آتا بھی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم علیہ السلام کا طریقہ بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔

اذا دخل شهر رمضان اطلق كل اسير واعطى كل سائل۔ (مشکوٰۃ شریف)	جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا تو حضور علیہ السلام قیدیوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور ہر مانگنے والے کو دیا کرتے تھے،

گویا، پیکرِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بھی رمضان میں زیادہ ہو جایا کرتی تھی، بس تمہیں بھی چاہیئے کہ جتنی بھی مہربانی کر سکتے ہو کرو، پھر دیکھو کیسے برستی ہے رحمتِ باری۔

حضرات مکرم!

ہم سب قرآن کریم کا احترام کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، مسجد کا احترام کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ اللہ کا گھر ہے پس اسی طرح ہمیں رمضان کا بھی احترام کرنا چاہیئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے، پس اس کے احترام کا اعلیٰ اور بہترین طریقہ تو یہی ہے کہ اس کا ہر لمحہ خدا کی یاد اور اس کی عبادت میں گزارا جائے اور پورا مہینہ تراویح و روزے کی پابندی کی جائے اور اگر کوئی کسی مجبوری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس کو بھی کم از کم رمضان کے احترام کا خیال رکھنا چاہیئے، کہ وہ عام طور پر لوگوں کے سامنے نہ کھائے نہ پیئے اور اپنے بے روزے دار ہونے کا پتہ نہ چلنے دے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے حیض و نفاس والی عورت پر بھی کھلم کھلا، کھانے پینے کی پابندی لگائی ہے۔ حالانکہ اس کو روزہ قضا کرنے کی شرعی اجازت حاصل ہے، اور ناپاکی کی اس حالت میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے، لیکن احترام رمضان کی پابندی پھر بھی موجود ہے۔ حتیٰ کہ اگر درمیان

روزہ کسی عورت کو حیض شروع ہو گیا، تو اسے باقی دن بغیر کھائے پیئے گزارنا پڑے گا جبکہ اس دن کا روزہ قضا کرنا ہوگا کہ اب روزہ تو باقی نہ رہا لیکن احترام ضروری ہے۔

وہ لوگ کس قدر بے شرم ہیں جو بلا عذر شرعی روزہ نہیں رکھتے اور پھر مسلمانوں کے سامنے بلا جھجک کھاتے، پیتے اور سگریٹ پیتے رہتے، اور جب انہیں منع کیا جاتا ہے تو نہایت دلیری سے جواب دیتے ہیں کہ "جب خدا ہی کا ڈر نہیں تو بندوں سے کیا ڈرنا، حالانکہ احترام رمضان کا مطلب بندوں سے ڈرنا نہیں، بلکہ یہ بھی خدا ہی سے ڈرنا ہے، کہ جو شخص خدا کے قانون کی پابندی نہیں کرتا، وہ کم از کم، خود کو مجرم تو جانے، کیا عجب، کہ رحیم و کریم خدا، اعتراف جرم ہی کی بدولت جرم سے اور گناہوں سے بچاوے پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ رمضان کے مقدس دنوں اور راتوں میں، عبادت اور نیکیوں کی ایک ایسی فضا پیدا کر دیں، کہ ہر طرف خدا کی رحمت برستی نظر آئے۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا کہ،

> ہم پابندی سے، تراویح کے لیے جمع ہوں، قرآن کریم سنیں، خود، زیادہ وقت قرآن کی تلاوت میں گزاریں، روزہ رکھیں، جھوٹ، مکر و فریب سے بچیں، اپنے مسلمان نوکروں کے کام میں کمی کر دیں، ہر ایک، دوسرے سے محبت اور نرمی سے پیش آئے، جن مسلمانوں کے ہوٹل یا کھانے، پینے کی دکانیں ہیں، وہ احترام رمضان میں، انہیں دن میں بند رکھیں۔

اگر اسی طرح ہم نے رمضان کا پورا مہینہ گزار لیا، تو حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق ہمیں ہمارے کام کی پوری پوری مزدوری ملے گی کہ آپ فرماتے ہیں۔

یُغْفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِیْ اٰخِرِ لَیْلَةٍ	رمضان کی آخری رات میں میری امت کی بخشش
مِنْ رَمَضَانَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	ہو جاتی ہے۔ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ
اَهِیَ لَیْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ	کیا، وہ شب قدر ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں

العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی عملہ ۔

بلکہ مزدور کو، مزدوری جب ہی ملتی ہے، جب وہ اپنا کام پورا کر لیتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

یعنی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ جس طرح، جوش وجذبہ کے ساتھ ہم نے رمضان کا آغاز کیا ہے، اسی طرح استدلال واستقامت کے ساتھ اس کی انتہا ہو، تو پورا پورا فائدہ نصیب ہوگا، ایسا نہ ہو، کہ جوں جوں دن گزرتے جائیں نمازی کم ہوتے جائیں اور جب عید قریب آئے تو پھر جوش پیدا ہو، نہیں پورے مہینہ مزدوری کیجیے تو آخری دن اجرت بھی پوری ملے گی، مغفرت اور بخشش ہوگی۔

یہ نہ سوچئے کہ مغفرت وبخشش کا تعلق تو قیامت سے ہے، دنیا کی زندگی کے لیے بھی تو کچھ ملنا چاہیئے، تو میرے عزیزوں یہ تصور غلط ہے۔ کہ مغفرت کا فائدہ صرف مرنے کے بعد ہے، دنیا میں کچھ نہیں، ایسا ہرگز نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی ساری الجھنیں ہمارے گناہوں اور بدکرداری ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یقین جانیئے اگر گناہ معاف ہوجائیں، اللہ ہمیں بخش دے اور ہم گناہوں سے باز آجائیں، رزق میں فراخی، صحت وتندرستی، باہمی محبت والفت، سیاسی، معاشی اور معاشرتی اطمینان، اہل وعیال کی طرف سے بے فکری، اقوام عالم میں عزت ومرتبہ سب کچھ ملے گا، بالکل ایسے ہی جیسے ہم سے پہلے ہمارے بزرگوں کو مل چکا ہے۔ جس پر تاریخ شاہد ہے۔ پس مغفرت خدا کی بڑی نعمت ہے۔ دنیا وآخرت کی فلاح کا ذریعہ، آئیے ہم سب اس مقدس مہینے میں اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں، اللہ عمل کی توفیق دے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

"تیسری رات"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

رمضان المبارک میں جتنی بھی عبادت کی جائے کم ہے کہ اس مہینہ میں ہر نفلی عبادت کا ثواب فرض کے برابر، اور فرض عبادت کا ثواب ستر گنا زیادہ ہوتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کی جائے کہ یہ نزول قرآن یا قرآن کی سالگرہ کا مہینہ ہے، پریشانی اور تکلیفوں پر صبر کیا جائے کہ یہ صبر ہی کا مہینہ ہے صدقہ و خیرات بکثرت کیا جائے کہ یہ ہمدردی و تعاون کا مہینہ ہے، گھر والوں، رشتہ داروں، غریبوں پر فراخی کی جائے کہ، یہ رزق میں برکت کا مہینہ ہے لیکن خاص طور پر اس مہینہ کی مخصوص عبادتوں کی پابندی کرنا چاہیئے جو تراویح، روزہ اور اعتکاف ہیں۔

تراویح، اس خاص نماز کو کہا جاتا ہے، جو صرف رمضان کے مہینہ میں عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے اس کا تعلق صرف رمضان ہی سے ہے، اگر اس کو رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں پڑھا جائے تو وہ نفل نماز کہلائے گی تراویح نہیں حضرت لیث نے بیان فرمایا،

> رمضان کی راتوں میں نماز با جماعت کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ جب لوگوں نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا شروع کیں، تو وہ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر آرام کرتے تھے، کہ اتنی دیر میں چار رکعت پڑھی جا سکیں،
>
> (ماخوذ از مقالات کاظمی صفحہ ۴۵۳)

یعنی تراویح کے معنی، آرام والی نمازیں کہ اس میں ہر چار رکعت، بعد تھوڑی دیر آرام

کیا جاتا ہے، یہ بیس رکعت نماز، پورے رمضان، پڑھنا سنت ہے کہ حضورؐ نے اس کو پڑھا بھی اور پسند بھی فرمایا جیسا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:۔

نبی کریم علیہ السلام نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی۔ تو لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی، اور پھر دوسری رات اسی طرح آپ نے نماز پڑھی، پھر تیسری یا چوتھی رات آپ اس نماز کے لیے باہر تشریف نہ لائے (لوگ انتظار کرتے رہے) پھر جب صبح ہوئی اور آپ مسجد تشریف لائے، تو آپ نے فرمایا۔

فلما اصبح قال قد رایت الذی ماصنعتم ۔ میں نے دیکھا جو تم (رات) کر رہے تھے

لیکن میں رات کو صرف اس لیے باہر نہ آیا کہ:

خشیت ان یُفرض علیکم۔ مجھے خطرہ کہ کہیں (یہ نماز) تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ (موطا امام مالک)

یہ واقعہ رمضان المبارک کا ہے، جس سے واضح ہے کہ آپ نے، یہ نماز ادا فرمائی لوگوں نے اس کو پسند بھی کیا، اور خود حضور علیہ السلام کو، یہ اس قدر پسند تھی کہ آپ کو یہ خیال ہونے لگا، کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کو امت پر فرض نہ کر دے، کیونکہ شریعت نام ہی ہے، حضور علیہ السلام کی اداؤں کا، اور آپ کی پسند، شریعت کا حصہ بن جاتی ہے کیونکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری آسانی کا خیال فرمایا کہ اگر اب کوئی تراویح کو کسی دن کسی مجبوری کی وجہ سے چھوڑ دے، تو قضا نہ کرنا پڑے گی اور نہ ہی اتنا گناہ ہو گا جتنا کسی فرض کو چھوڑنے کا ہوتا ہے، تاہم حضور علیہ السلام سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر مسلمان آپ کی اس پسندیدہ نماز کی پابندی، فرض ہی کی طرح کرے،

بہرحال، تراویح کی ابتداء خود نبی کریم علیہ السلام نے کی اور اس کو جماعت سے ادا کر کے، اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی سکھا دیا اور اس کی پسندیدگی کو بھی ظاہر کر دیا، تین

یا چار دن کے اس عمل کے بعد آپ نے اس کو سب کے ساتھ مل کر نہ پڑھا، پھر صحابہ، الگ الگ یا تو مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور یا اپنے گھروں میں، یہ طریقہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی جاری رہا اور پھر خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

لیکن، چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں شریعت کے تمام احکام میں ایک نظم پیدا کیا، اور ہر چیز پر حضور علیہ السلام کی منشاء کے مطابق آپ عمل کرانے کی کوشش فرماتے تھے، لہذا جب رمضان کی ایک رات آپ مسجد تشریف لاتے اور لوگوں کو علیحدہ علیحدہ تراویح ادا کرتے دیکھا تو آپ کو خیال ہوا کہ۔

لو جمعت ھؤلاء علی قاری واحد	اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کر دوں
لکان امثل ثم عزم فجمعھم	تو یہ سنت رسول سے زیادہ مشابہ ہوگا، پھر
علی ابی بن کعب رضی اللہ	آپ نے ارادہ پورا کیا، اور سب کو ابی ابن کعب
عنہ۔	رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا۔

یعنی آپ نے اعلان فرما دیا کہ اب تراویح جماعت سے ہوا کرے گی اور اس کے امام حضرت ابی بن کعب ہوں گے۔ جو صحابہ میں سب سے بہتر قرآن کریم پڑھا کرتے تھے آپ کے اس حکم پر کسی نے اعتراض نہ کیا بلکہ تمام ہی صحابہ نے اس کو پسند فرمایا، اور سب جماعت سے یہ نماز ادا کرنے لگے، دوسری رات، امیر المومنین جب تمام صحابہ کو مقررہ امام کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا، تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا،

نعمۃ البدعۃ ھذہ	یہ کتنی اچھی نئی رسم ہے۔

یہ واقعہ حضرت عبدالرحمان ابن قاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جو اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس نظم کو خود "اچھی بدعت" جاری کرنے

اور اس تمام صحابہ نے پسند فرمایا۔ اس پر عمل کیا۔ کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے دین میں "اچھی بدعت" جاری کرنے کی اجازت دی ہے، پھر یہ بدعت تو خلیفۂ وقت نے جاری کی، جس پر عمل کرنا، درحقیقت، نبی کریم علیہ السلام ہی کی سنت پر عمل کرنا ہے، کہ آپ نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔

میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤگے۔

نیز فرمایا:

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین۔

تم عمل کرو میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر جو ہدایت یافتہ ہیں۔

پھر ارشاد ہوا:

اقتدوا بعدی ابا بکر وعمر

میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرو۔

انہی ارشادات کی بنا پر آج تک تراویح پر عمل ہو رہا ہے، تمام صحابہ نے اس کو پڑھا اور ہر دور میں امت نے اس پر عمل کیا۔ اور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

لن تجتمع امتی علی الضلالۃ۔

میری امت گمراہی کے کام پر ہرگز متفق نہ ہوگی۔

صرف تراویح ہی نہیں بلکہ وہ تمام کام جن پر حضور علیہ السلام کے بعد، خلفاء تمام صحابہ اور امت نے اتفاق کیا، دین کا ایک حصہ ہیں، جن پر عمل کرنا۔ مسلمانوں کے لیے باعث اجر و ثواب ہے، جیسے، نماز جنازہ کی چار تکبیریں، جمعہ کی پہلی اذان قرآن کریم کی پاروں، سورتوں اور رکوع، میں تقسیم، نیز، الفاظ قرآن پر اعراب (زیر زبر، پیش، جزم، تشدید) وغیرہ لگانا۔

بہرحال تراویح نبی کریم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور اگر اس کا ثبوت حضور علیہ السلام سے نہ بھی ہوتا، تب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس کو قائم کرنا ہی اس کے سنت

ہونے کے لیے کافی ہوتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور علیہ السلام لوگوں کو رمضان کی راتوں میں کھڑے ہونے (نماز پڑھنے) کی ترغیب دیتے تھے۔ سختی سے حکم نہ فرماتے تھے، پس آپ فرمایا کرتے تھے، جو ایمان اور خلوص کے ساتھ رمضان میں کھڑا ہوا (نماز پڑھی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ ابن شہاب نے کہا حضور علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے تک، لوگ اسی طرح (بغیر جماعت) نماز تراویح پڑھتے رہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت کا طریقہ مقرر فرما دیا)

غرضیکہ رمضان کے پورے مہینہ نماز تراویح کا پابندی کے ساتھ ادا کرنا، مرد و عورت کے لیے سنت مؤکدہ ہے، بلا عذر شرعی، اس کو مستقل چھوڑنا سخت گناہ ہے، مردوں کے لیے جماعت کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے اور عورتوں کے لیے، گھر میں علیحدہ علیحدہ کیونکہ عورت کا مسجد میں آنا یا گھر میں اپنی جماعت کرنا مکروہ ہے ایسی عورت پر نماز جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ واجب نہیں۔

بہتر یہ ہے کہ پورے رمضان تراویح، ایک مسجد میں ایک امام کے پیچھے پڑھے اور ان میں کم از کم ایک قرآن کریم پڑھا اور سنا جائے۔ ایک حافظ کو پورا قرآن کریم سنانا چاہیئے۔ چاہے وہ بیس رکعت میں ایک پارہ روز پڑھے یا دو، مقتدیوں کی آسانی کا خیال رکھا جائے۔ اگر حافظ موجود نہ ہو تو امام کو جتنا قرآن شریف یاد ہے، وہی تراویح میں پڑھے۔ ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا چاہیئے اور اس وقفہ میں تسبیح تراویح درود شریف یا کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے۔ اگر ہاتھ اٹھا کر بھی دعا کی جائے تو کوئی

حرج نہیں، کہ بندہ ہر وقت ہر حال میں کسی بھی طرح اپنے رب سے مانگ سکتا ہے کسی کو رد کرنے کا حق نہیں ۔

حضرات محترم :

پابندی سے تراویح ادا کرنے پر اجر و ثواب کے علاوہ دوسرے فائدے بھی ہیں مثلاً دن بھر کی بھوک پیاس کے بعد، افطار کے وقت کھانا کھانے سے طبیعت پر جو بھاری پن ہو جاتا ہے۔ تراویح کے بعد وہ نہیں رہتا۔ نیز معدہ ہلکا ہو کر، سحری کا کھانا قبول کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ جو صحت کے لیے نہایت ہی مفید ہے کیونکہ بھاری معدہ پر مزید کھانا، کھا لینا، طبعی اعتبار سے صحت کے لیے نہایت مضر ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس مخصوص عبادت کے لیے جمع ہونے اور اپنا مقدس کلام سننے کی توفیق بخشی ہمیں یقین ہے رمضان کی برکت سے اس سنت کی ادائیگی کے بعد ہم سب جمع ہو کر جو دعا مانگتے ہیں وہ ضرور قبول ہوتی ہے لہٰذا اپنے لیے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کتاب کے مرتب کرنے والے کی صحت وعافیت اور ایمان پر خاتمہ کی بھی دعا کر لیا کیجئے نیز تمام دنیا کے مسلمانوں کو بھی اپنی دعا میں یاد رکھیئے کہ اللہ سب کو اپنے دین کی پابندی کی توفیق دے اور اپنی حفظ و امان میں رکھے ۔ اللہ ہم سب کی اس عبادت کو قبول کرے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد

وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ۔

* * *

چوتھی رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

رمضان کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سحری بھی ہے۔ سحر، صبح سے پہلے آخری رات کے وقت کو کہا جاتا ہے، اور اس وقت کے کھانے یا پینے کو سحری کہتے ہیں، روزے کی نیت سے سحر کے وقت کھانا پینا سنت ہے کہ اس پر مسلمان کو ثواب دیا جاتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

تسحروا فان فی السحور برکۃ۔ سحری کھاؤ، کہ، سحری کھانے میں برکت ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

یعنی سحر کے وقت، روزے کے لیے، کھانا پینا۔ برکت کا ذریعہ ہے، اس سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ صحت و تندرستی میں بھی برکت ہوتی ہے۔ مبارک ہیں وہ گھر، جن میں رات کے آخری حصہ میں سونے، سونے اٹھ کر، کھایا پیا جاتا ہے اور رمضان کی اس نعمت سے وہ پورا، پورا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ کھانا، اگر پیٹ بھرنے کے لیے کھایا جائے، پانی، پیاس، بجھانے کے لیے پیا جائے تو انسان کو یہ فائدے حاصل ہو جاتے ہیں، لیکن اگر یہی کھانا پینا، سنت جان کر، حضور علیہ السلام کی اتباع و پیروی میں ہو تو اس سے صرف، پیٹ ہی نہیں بھرتا پیاس ہی نہیں بجھتی بلکہ یہ عبادت بن جاتا ہے۔ اس پر ثواب بھی ملتا ہے۔ اور رزق میں فراخی کا ذریعہ بھی ہوتا ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ عبادت نام ہے حضور علیہ السلام کی اداؤں پر عمل کرنے کا، سحری اس لیے ذریعہ برکت بنی کہ حضور علیہ السلام کی سنت ہے سچ یہ ہے کہ اگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ پڑھی ہوتی تو وہ عبادت نہ کہلاتی اور یہی

حال ان تمام کاموں کا ہے جن کو ہم ذریعہ ثواب جانتے ہیں۔

رمضان کا مہینہ، خدا کی، بندگی اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے مظاہرے کا مہینہ ہے دیکھئے اس مہینہ کا چاند نظر آتے ہی۔ بندگان خدا، مسلمانوں کے کھانے پینے، سونے کے سب اوقات تبدیل ہو گئے۔ ہمارے دن رات کا جو نظام گیارہ مہینے رہتا ہے، رمضان میں وہ بالکل تبدیل ہو جاتا ہے، کیسی عجیب بات ہے کہ سحر جو فطری طور پر گہری نیند کا وقت ہے اور اس وقت دنیا سوتی ہوتی ہے، لیکن مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اس وقت اس کے گھر میں کھانا پینا ہو رہا ہے لیکن جو اس وقت کھا پی رہا ہے اس کے لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ تو یقین کرتا ہے، میرا، کھانا پینا اور کوئی بھی عمل میری اپنی مرضی سے نہیں میں تو بندہ ہوں، اور بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ بندے کا ہر عمل، آقا کے حکم اور مرضی کے مطابق ہو، پس میرا معبود حقیقی مجھے جس وقت کھانے، پینے کا حکم دیتا ہے میں کھاتا پیتا ہوں اور جب وہ روک دیتا ہے تو چاہے کتنی ہی بھوک لگے، کتنی ہی پیاس لگے، میرا کیا مجال جو کھانے، پینے کی چیزوں پر نظر بھی ڈالوں کیا مجال جو دل میں کھانے، پینے کا وسوسہ بھی پیدا ہونے پاتے یہی تو بندگی ہے اور جب مسلمان کا حال یہ ہو کہ بھوک لگے تو کھائے۔ پیاس لگے تو پیے چاہے کھانا پینا حلال ہو یا حرام رمضان ہو یا غیر رمضان، کچھ پرواہ نہیں، وہ مسلمان خدا کا بندہ نہیں بلکہ اپنے پیٹ اپنے نفس اور اپنی خواہش کا غلام ہے اور جس نے نفس کی غلامی سے چھٹکارا حاصل نہ کیا وہ نہ دنیا کی بھلائی پا سکتا ہے، اور نہ ہی آخرت کی نجات اسی لیے نبی کریم علیہ السلام نے نفس پر قابو پا لینے کو جہاد اکبر قرار دیا اور رمضان کا مہینہ اسی جہاد کا مہینہ ہے۔

دن بھر کی تھکان کے باوجود، پابندی، بیس رکعت تراویح ادا کرنا، گہری نیند سے بیدار ہو کر، کھانا پینا، سارا دن بھوکا، پیاسا رہنا نفس کی خواہش پر کنٹرول کرنا، یہ سب

کچھ کیا ہے، نفس سے جہاد ہی تو ہے اور یہ ایک مہینہ کا جہاد مسلمان کو پورے سال کے لیے ایسا مضبوط مجاہد بنا دیتا ہے کہ پھر وہ کسی میدان میں شکست نہیں کھاتا

غرضیکہ، سحری، سنت ہے، حضرت عمر ابن عاص رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

فصل ما بین صیامنا و صیام اھل الکتٰب اکلۃ السحر۔ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کے چند لقمے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

اہل اللہ کے نزدیک روزوں کے دنوں میں، رات کو سونے کے بعد کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے اور ہماری شریعت میں سحری مقرر کی گئی، یہی فرق ہے، اہل کتاب اور مسلمانوں کے روزوں میں، لہٰذا اگرچہ سحری، فرض و واجب نہیں لیکن اس کو بغیر کسی عذر کے، مستقل چھوڑ دینا خدا کی نعمت کو ٹھکرانا اس کی ناشکری کرنا ہے اور ایک برکت سے محروم ہونا ہے ہاں اگر کسی رات کسی وجہ سے سحری نہ کھائی تب بھی روزہ رکھا جاتا ہے اور روزے میں کوئی کمی یا کراہت واقع نہیں ہوگی، سحری چھوٹ جانے کو روزہ چھوڑ دینے کا عذر ہرگز نہیں بنانا چاہیئے۔

حضور علیہ السلام نے "اکلۃ السحر" سحری کے چند لقمے کا جملہ فرما کر، درحقیقت یہ اشارہ فرمایا ہے کہ سحری کو، دن بھر کا کھانا، پیٹ جمع کر لینے کا ذریعہ نہ سمجھا جائے، بلکہ چند لقمے، یعنی تھوڑا سا کھانا، ہلکی غذا سنت سمجھ کر کھائی جاتے، کیونکہ سحری کے وقت اتنا پیٹ بھر کر کھا لینا کہ فجر کی نماز ادا کرنا دشوار ہو، دن بھر طبیعت بھاری رہے، صحت کے لیے بے حد مضر ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے کہ ان کے غلاموں کی صحت خراب ہو، یا وہ بیمار ہو جائیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

نعم سحور المؤمن التمر۔ مومن کی اچھی سحری کھجور ہے (مشکوٰۃ شریف)

یعنی، سحری کے وقت ثقیل غذا استعمال نہ کی جائے کہ بدہضمی ہو، کھجور یا اس جیسی ہلکی اور طاقتور غذا استعمال کرنا چاہیئے اس حدیث کے مطابق بزرگوں کا یہ طریقہ ہے کہ سحری کے کھانے کے بعد وہ کھجور استعمال کرتے ہیں تاکہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد پر پوری طرح عمل ہو جائے، بہتر ہے کہ ہم بھی اس سنت کو ادا کر لیا کریں۔

سحری کا وقت، نصف رات کے بعد ہو جاتا ہے، لیکن بہتر ہے کہ آخری وقت میں کی جائے۔ لیکن وقت ختم ہونے سے چند منٹ پہلے کھانا پینا ختم کر دینا چاہیئے۔ ایسی میں احتیاط ہے، کہ اگر حساب میں غلطی، یا گھڑی غلط ہونے کی وجہ سے ایک منٹ کی بھی دیر ہو گئی، تو روزہ نہ ہو گا۔

سحری سے فارغ ہو کر، روزے کی نیت کر لینا چاہیئے، اگرچہ نیت تو دل کے ارادے کا نام ہے، اور سحری کا کھانا، خود نیت ہی ہے، علاوہ ازیں رمضان کا چاند نظر آتے ہی مسلمان پورے مہینہ کے روزوں کی نیت کر لیتا ہے لیکن مستحب یہی ہے روزانہ بعد سحری، اپنی زبان میں یہ کہلیا جائے کہ میں کل کے لیے رمضان کے فرض روزے کی نیت کرتا ہوں اور ہو سکے تو یہ الفاظ کہے جائیں۔

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ ھٰذَا۔	میں نے نیت کی کہ، کل اس رمضان کا روزہ اللہ کے لیے رکھوں گا۔

اگر سحری کے وقت روزہ رکھنے میں کچھ شک تھا تو نیت کرنا لازمی ہے اور اگر اس وقت نہ کی تو صبح، آدھا دن سے پہلے تک کی جا سکتی ہے، ناپاکی کی حالت میں سحری کھائی جا سکتی ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلے غسل کر لیا جائے، یا سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے غسل کر لیا جائے، بلا ضرورت زیادہ دیر ناپاک رہنا عام دنوں میں بھی گناہ ہے، اور روزے کی حالت میں تو سخت گناہ ہے۔ ویسے اگر

کسی نے صبح تک بھی غسل نہ کیا تو روزہ تو ہو جائے گا، لیکن بہر حال بہت بُرا کیا، اور احترام روزہ کے بھی خلاف کیا۔

اللہ تعالیٰ، ہمیں شریعت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

پانچویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

ہماری شریعت کے مطابق روزہ یہ ہے کہ مسلمان صبح صادق سے غروب آفتاب تک اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا کے لیے کھانے، پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے رکا رہے، یہ اسلام کا چوتھا رکن (ستون) ہے، مسلمان کی زندگی پر اس کے نہایت ہی مفید اور اہم اثرات ہوتے ہیں، قرآن کریم نے روزے کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے اس کے بنیادی اور اہم ترین فائدے کو بھی بیان فرمایا، ارشاد فرمایا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ	اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ	ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔	گئے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

(البقرۃ ۱۸۳)

اس میں شک نہیں کہ روزہ ایک سخت عبادت ہے لیکن اللہ کو اس قدر پسند ہے کہ صرف ہمیں ہی اس کے رکھنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ پچھلی امتوں پر بھی فرض ہوتے رہے حضرت آدم علیہ السلام پر چاند کے ہر مہینے تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے فرض تھے موسیٰ علیہ السلام کو ہر سال اسلامی سال کے پہلے مہینے محرم کی دس تاریخ عاشورے کا روزہ رکھنے کا حکم تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت پر رمضان ہی کے روزے فرض تھے، ہم جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اس عظیم عبادت کے ثواب سے کس طرح محروم کر دیئے جاتے بس اللہ نے اپنے حبیب علیہ السلام کے طفیل یہ نعمت ہمیں بھی عطا فرمائی اور ہم پر پورے رمضان کے روزے فرض فرما دیئے، حکم دیا گیا۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔

پس تم میں سے جو کوئی اس مہینے (رمضان) کو پائے، اس کے (رمضان) روزے رکھے۔

(البقرہ ۱۸۵)

تقویٰ ایک ایسی خوبی ہے جو مسلمان کو برائیوں اور بروں سے متنفر کر دیتی ہے اور نیکیوں کا جذبہ اور نیکیوں کی محبت پیدا کرتی ہے، خدا کے قرب اور اس کی رضا کا یقینی ذریعہ یہی ہے اسی لیے قرآن کریم میں متعدد بار تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا، تقویٰ کے فائدے بیان کیے گئے اور اسی کو انسان کی عظمت و کامیابی کا ذریعہ قرار دیا گیا، فرمایا گیا۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۔

بے شک اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

(الحجرات ۱۳)

روزہ مسلمانوں میں تقویٰ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے کہ مسلمان صرف رضائے الٰہی کے لیے سال میں ایک مہینہ اپنے کھانے، پینے، سونے جاگنے کے اوقات میں تبدیلی کرتا ہے وہ بھوکا ہوتا ہے لیکن کھانے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ پیاسا ہوتے ہوئے بھی پانی پینے کا خیال تک اپنے دل میں نہیں لاتا، وہ کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی روزے کی حالت میں ایسے ہی بچتا ہے۔ جیسے حرام چیزوں سے بچا جاتا ہے، وہ اپنی بیوی تک سے دور رہتا اور کبھی خواہش نفس پوری کرنے کا خیال نہیں کرتا یہ سب کچھ کیوں ہے؟ صرف اسی لیے کہ روزے نے اس کے تقویٰ، پرہیزگاری کے جذبات کو اتنا ابھار دیا ہے کہ روزے دار شریعت کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی ہمت نہیں کر پاتا، ہر سال ایک مہینہ یہی کیفیت ہوتی جس کا اثر گیارہ مہینے کے شب و روز پر ضرور رہتا ہے، گویا رمضان کا مہینہ تقویٰ کی تربیت کا مہینہ ہے اور روزہ مسلمان

کو متقی بنانا ہے، اور اگر روزے دار صرف کھانا پینا ہی چھوڑے اور باقی سب حرکتیں خلاف شرع کرتا رہے تو وہ فرض کی ادائیگی سے تو سبکدوش ہو جائے گا۔ لیکن اس عظیم عبادت کے اصل فائدے سے محروم رہے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔

جو جھوٹی باتیں اور برے کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا، پانی چھوڑ دینے کی پرواہ نہیں (مشکوٰۃ شریف)

رمضان کے روزے شعبان ۲ھ میں پیر کے دن فرض ہوئے، شروع میں یہ عبادت کچھ زیادہ سخت تھی کہ دن کی طرح رات کو بھی مرد و عورت کا ملنا، صحبت کرنا حرام تھا اس طرح پورے مہینے نفس پہ زبردست قابو رکھنا پڑتا تھا، کھانے پینے کا وقت بھی بہت کم تھا کہ افطار سے عشاء کی نماز تک کھا پی سکتے تھے، عشاء کے بعد سونے کے ساتھ ہی روزہ شروع ہو جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ان دونوں دشواریوں کو ختم کر دیا۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی ایک رات اپنی بیوی سے جماع (صحبت) کر لیا، آپ نے غسل کیا اور احساس گناہ سے رونے اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے، پھر نبی کریم علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ میں آپ کے اور خدا کے دربار میں معذرت پیش کرتا ہوں، آج مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی، میں اپنی بیوی کے پاس پہنچا تو ایک ایسی خوشبو محسوس ہوئی کہ میں اپنے نفس کے فریب میں مبتلا ہو گیا اور اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا "اے عمر تمہیں ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال سن کر کچھ دوسرے صحابہ بھی کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی ایسی ہی غلطی کا اعتراف کیا، (روح البیان) چند صحابہ کی غلطی پوری امت کے لیے خدا کے فضل و کرم کا ذریعہ بنی، وحی نازل ہوئی اور ہمیشہ کے لیے روزے کی ایک سختی ختم ہو گئی۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ	روزے کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس
اِلٰى نِسَآئِكُمْ۔	جانا تمہارے لیے حلال کر دیا اس اجازت
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ	کی حکمت اور وجہ بیان کرنے کے لیے فرمایا
لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔	وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

کسی کے دل میں یہ خیال نہ ہو کہ جن صحابہ سے غلطی سرزد ہوئی وہ گنہگار ہی رہے ، آفتاب نبوت، معصوم نبی کے یہ تارے گنہگار کہاں ہو سکتے ہیں لہٰذا فرمایا گیا۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ	اللہ نے جان لیا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت
اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ	میں ڈالتے تھے پس اس نے تمہاری توبہ قبول
عَفَا عَنْكُمْ۔	کر لی اور تمہیں معاف بھی کر دیا۔

اس نے تمہارے صدقہ میں پوری امت پہ اپنا فضل فرمایا، اب تمہیں اور آنے والوں کو ہمیشہ کے لیے اجازت دی جاتی ہے کہ:

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ	پس اب ان (بیویوں) سے صحبت کرو اور
ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۔	طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا۔

(البقرہ ۱۸۷)

حضرت صرمہ ابن قیس رضی اللہ عنہ دن بھر محنت و مزدوری کیا کرتے تھے، ایک رات افطار کے بعد بیوی سے کھانا مانگا، وہ کھانا پکانے میں مصروف تھیں یہ تھکے ہارے، کھانے کا انتظار کرتے کرتے سو گئے، بیوی نے بیدار کر کے کھانا پیش کیا تو فرمایا اب تو روزہ شروع ہو چکا یہ کھانا میں کیسے کھا سکتا ہوں، ایسی حالت میں دوسرا روزہ رکھ لیا، صبح ہوئی تو محنت مزدوری کے لیے چلے گئے، دوپہر تک تو کام کرتے رہے لیکن کمزوری زیادہ ہوتی گئی اور آخر کار بے ہوش ہو کر گر پڑے، حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ کی اس حالت پر خدا کو رحم آیا اور ان کے صدقہ میں امت سے روزے کی یہ دوسری

سختی بھی ختم ہوگئی، وحی نازل ہوئی، سونے نہ سونے کی پابندی ختم کردی گئی، کھانے پینے کا وقت بڑھا کر صبح صادق تک کر دیا گیا، فرمایا گیا۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى	اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے
يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ	تمہارے لیے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے
مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔	ڈورے سے فجر سے، (البقرہ ۱۸۷)

پس اب دوسری عبادتوں کی طرح روزہ مکمل ہے، چودہ سو برس سے اسی طرح ہے اور قیامت تک اس طرح رہے، اس میں کسی قسم کی زیادتی کا کسی کو حق حاصل نہیں اللہ ان روزوں سے ہمارے اندر بھی تقویٰ پیدا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسول خیر خلقہ محمد وآلہ

واصحابہ اجمعین

* * *

چھٹی رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی
رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

کوئی عبادت، نہ تو اس وقت تک مکمل ہو سکتی ہے اور نہ ہی ثواب کا ذریعہ بن سکتی جب تک کہ اس کو شرعی حکم کے مطابق ادا نہ کیا جائے، کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی عقل کے مطابق جیسے چاہے، عبادت کرے، بلکہ ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ شریعت کے مسئلوں کو سیکھے اور انہی پر عمل کرے، اگر یہ مسئلے عقل میں آجائیں تو خدا کا شکر ادا کرے اور اگر ان کی عقل قبول نہ کرے تو اپنی عقل کی کمزوری جانے، اور عمل شریعت ہی پر کرے۔

روزہ ایک عظیم عبادت ہے، جس کے ادا کرنے میں بلاشبہ بڑی محنت کرنا پڑتی ہے مسائل کی ناواقفی یا اپنی عقل کی مداخلت سے، اس کو برباد کر لینا بڑی ہی محرومی اور بدنصیبی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ روزہ رکھنے والے، علماء اور اماموں سے مسئلے معلوم کرتے رہا کریں، تاکہ روزے رمضے میں کوئی خرابی نہ ہونے پائے۔

اس وقت نبی کریم علیہ السلام کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیے جن سے کچھ مسائل بھی معلوم ہو سکیں گے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من نسی وھو صائم فاکل	جو روزے کی حالت میں بھول ہو گیا، اور
او شرب فلیتم صومہ	اس نے کھا پی لیا، تو وہ اپنا روزہ پورا کرے
فانما اطعمہ اللہ وسقاہ۔	کہ اسے رب تعالیٰ نے کھلایا، پلایا ہے۔
	(مشکوٰۃ شریف)

یعنی بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس میں جماع بھی شامل ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا اور اسے روزہ بالکل یاد نہ تھا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، روزے دار کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں،

نسیان ، خطا ، عمد

نسیان ، یعنی بھول جانا کہ کسی کو بالکل یاد ہی نہ رہا کہ اس کا روزہ ہے ، جیسے کوئی سو کر اٹھا، پیاس لگی، پانی پی لیا، یا بھوک لگی، کھانا کھا لیا، یقیناً ایسا ہو سکتا ہے تو اس صورت میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹتا نہ قضا نہ کفارہ، شام کو وقت پر افطار کرو ، اور خدا کا شکر ادا کرو، کہ اس نے اپنے کرم سے ، تمہیں بھلا کر کھلا پلا بھی دیا اور روزہ بھی قبول فرما لیا، کھانے پینے کی مقدار مقرر نہیں چاہے کم کھایا، یا خوب پیٹ بھر کر کھا لیا، خوب پانی پیا جائے وغیرہ پی لی، ایک ہی حکم ہے ۔

خطا ، یعنی غلطی، کہ روزہ تو یاد ہے ، لیکن غلطی سے، روزہ توڑنے والا کوئی کام کر لیا جیسے ، کلی، کر رہا تھا کہ حلق میں پانی چلا گیا، پس خطا (غلطی) سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے قضا کرنا پڑے گا ، کفارہ لازم ہوگا۔

عمد ، یعنی ، قصداً ، جان بوجھ کر ، روزہ توڑنے والا ، کوئی کام کرنا ، جیسے بہت پیاس لگی ، جان ، کر پانی ، پی لیا بہت بھوک لگی ، جان کر کھانا ، کھا لیا ، جان کر بیوی سے صحبت کر لی تو قصداً روزے کو توڑ دینا ، روزے کی سخت بے حرمتی ہے خدا کے حکم کی پرواہ نہ کرنا ہے ، جو سخت جرم ہے ، لہٰذا یہ روزہ قضا بھی کرنا ہوگا ، اور سزا بھی بھگتنا پڑے گی یعنی کفارہ ادا کرنا ہوگا ، کفارہ ادا کرنے کے بعد بھی توبہ کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ آخرت میں اس گناہ کی سزا کو معاف کر دے ۔

ایک روزہ توڑنے کا کفارہ ، ساٹھ روزے رکھنا ہے ، وہ بھی اس طرح کہ درمیان

میں کسی دن کا روزہ نہ چھوٹنے پائے، چاہے فرض روزہ توڑا ہو، یا نفل روزہ، دونوں کا کفارہ ایک ہی ہے، کیونکہ نفل روزہ شروع کر دینے کے بعد فرض ہو جاتا ہے کہ اس کا پورا کرنا، فرض روزے کی طرح فرض ہوتا ہے اگر کوئی شخص بڑھاپے، بیماری وغیرہ کی وجہ سے ساٹھ روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ غریبوں کو دونوں وقت کھانا کھلاتے، اگر عورت پر کفارہ لازم ہوا اور وہ ساٹھ روزے رکھ رہی ہے، تو حیض کی وجہ سے جن دنوں کا ناغہ ہوگا اس میں کوئی حرج نہیں، کفارے سے متعلق ایک حدیث شریف سن لیجئے جس سے کوئی مسئلے واضح ہو جائیں گے،

عن ابی هريرة رضی الله عنه، قال بينما نحن جلوس عند النبی صلی الله عليه وسلم اذا جاءه رجل فقال يا رسول الله هلكت، قال مالك، قال وقعت علی امرأتی وانا صائم فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم هل تجد رقبة تعتقها، قال لا، قال، هل تستطيع، ان تصوم شهرين متتابعين قال لا، قال اجلس، ومكث النبی صلی الله عليه وسلم فبينا نحن علی ذلك، اتی النبی صلی الله عليه وسلم، بعرق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (صحابہ) نبی کریم علیہ السلام کے دربار میں موجود تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا کہنے لگا میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی، آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس غلام ہے جسے آزاد کر دے اس نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا، کیا تو دو مہینے کے متواتر روزے رکھ سکتا ہے، عرض کرنے لگا، نہیں، آپ نے فرمایا کیا تو ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلا سکتا ہے، کہنے لگا نہیں، آپ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ اور حضور علیہ السلام ٹھہرے رہے ہم سب اسی طرح تھے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا پیش کیا

فیہ تمر، والعرق المکتل الضخم، قال این السائل، قال انا، قال هذا فتصدق بہ فقال الرجل اعلی افقر منی یا رسول الله، فوالله ما بین لابتیها، یرید الحرتین اهل البیت افقر من اهل بیتی، فضحك النبی صلی الله علیہ وسلم، حتی بدت انیابہ، ثم، قال اطعمہ اهلك،

گیا، عرق بڑا ٹوکرا ہوتا ہے، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ سوال کرنے والا کہاں ہے۔ اس نے عرض کیا، میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا، یہ لے لو اور صدقہ کر دو۔ تو اس نے عرض کیا، کہ کیا میں بہ اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں۔ خدا کی قسم مدینہ کے دونوں گوشوں، اس کا مطلب تھا دونوں حصوں کے درمیان سب سے زیادہ محتاج میرے ہی گھر والے ہیں، پس حضور علیہ السلام مسکرائے، یہاں تک کہ آپ کے مبارک دانت چمکنے لگے، پھر فرمایا، اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دو۔ (مسلم و بخاری)

اس مبارک حدیث میں، جن باتوں کا ذکر ہے وہ قابل غور ہیں۔

پہلی بات، حضور علیہ السلام نے، بیوی سے صحبت کرنے والے شخص ہی کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا، عورت کی طرف سے کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، اس لیے کہ اس شخص کے الفاظ سے ظاہر ہو گیا تھا، کہ عورت صحبت کرنے پر راضی نہ تھی، مرد نے اس کو مجبور کیا تھا، پس اگر کوئی مرد عورت کو مجبور کر کے صحبت کرے، تو کفارہ صرف مرد پر ہو گا عورت پر نہیں، اور اگر دونوں کی مرضی سے یہ عمل ہوا تھا تو دونوں کو کفارہ ادا کرنا پڑے گا،

دوسرا بات کفارہ جس طرح ادا کیا جاتا ہے۔ اس کی ترتیب بیان کر دی گئی، کہ غلام آزاد کیا جائے، لیکن چونکہ اب غلاموں کی خرید و فروخت کا دور نہیں، لہٰذا اس حکم پر عمل نہیں ہو گا دو مہینے کے متواتر روزے رکھنا ہوں گے، اور اگر کسی عذر کی وجہ سے یہ دشوار ہو تو ساٹھ غریبوں کو دونوں وقت، پیٹ بھر کھانا کھلایا جائے۔

تیسری بات، حضور علیہ السلام نے اس شخص کو کفارے کی کھجوریں کھانے کی اجازت دے دی، حالانکہ مسئلہ یہی ہے کہ کوئی شخص اپنی زکوٰۃ، کفارہ یا کوئی واجب صدقہ اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا، پس اس شخص کے ساتھ حضور علیہ السلام کا یہ عمل خصوصی تھا، کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار حاصل ہے کہ جس کے لیے جو حکم چاہیں صادر فرما دیں کہ آپ کی ادا و قول اور مرضی ہی کا نام شریعت ہے اس شخص کے لیے کفارہ، روزہ توڑنے کی سزا کو خدا کی نعمت بنا دیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی تنہا گواہی کو، دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا، صلی اللہ علیہ وسلم۔

غرضیکہ نسیان، خطا اور عمد کا فرق اور قصداً روزہ توڑنے کی صورت میں کفارے کے مسائل آپ کو معلوم ہو گئے، دعا یہی کرنا چاہیے کہ خدا ہمیں روزے اور ہر شرعی معاملے میں بھول، غلطی سے محفوظ رکھے، اور ہمارے ہر ایسے قصد کو ناکام کرے جو روزہ توڑنے یا دین کی توہین و بے حرمتی کے لیے ہو۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و
اصحابہ اجمعین۔

* * *

ساتویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

روزے کی حالت میں، جس طرح کھانا پینا حرام ہے، اسی طرح بیوی سے صحبت کرنا بھی حرام ہے، لیکن بیوی سے بات چیت کرنا، ہنسی مذاق کرنا، اس کو چھونا، پاس بٹھانا، یا لٹانا، بلکہ اگر اپنی خواہش پر قابو کا یقین ہو تو اس کو چپٹانا یا بوسہ وغیرہ لینا بھی جائز ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ،

ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المباشرۃ للصائم، فرخص لہ، واتاہ اخر فسألہ فنہاہ فاذا الذی رخص لہ شیخ واذا الذی نہاہ شابٌّ۔

حضور علیہ السلام سے ایک شخص نے روزے کی حالت میں، بیوی کو چپٹانے اور بوسہ لینے کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے اس کو اجازت دے دی اور آپ کے پاس دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی یہی سوال کیا، تو آپ نے اس کو منع فرما دیا جس شخص کو اجازت دی وہ بوڑھا تھا اور جس کو منع فرمایا وہ جوان تھا۔

(ابوداؤد)

حدیث سے مسئلہ واضح ہے کہ ایسا جوان جو اپنی خواہش پر کنٹرول نہ کر سکے وہ یہ عمل نہ کرے، لیکن بوڑھا یا ایسا متقی شخص جو پوری طرح اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو، اگر یہ کام کرے تو اس کے لیے جائز ہے، لیکن بہرحال نہ کرنا بہتر ہے۔

روزے میں مسواک کرنا، یا ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا جائز ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ دانتوں کی صفائی سحری کے بعد ہی کر لی جائے، تاہم مسواک کرنے میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ،

رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالا احصی یتسوک وھو صائم۔

میں نے حضور علیہ السلام کو، روزے کی حالت میں بے شمار مرتبہ مسواک کرتے دیکھا ہے۔

سونے سے احتلام ہو جانے سے، آنکھوں میں سرمہ یا دوا لگانے سے، سر میں تیل ملنے سے، تھوک نگلنے سے بوقت ضرورت، انجکشن لگوانے سے، خوشبو لگانے اور سونگھنے سے، روزہ نہیں ٹوٹتا، سخت گرمی کی وجہ سے بار بار نہانے یا سر پہ پانی ڈالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، پانی میں بیٹھے رہنے یا لیٹے رہنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

روزے کی حالت میں اگر منہ بھر کر قے ہوئی، اور اگر خود قے کی تو منہ بھر کر ہو یا کم ہو، ان تینوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن صرف قضا کرنا پڑے گا، کفارہ لازم نہ ہو گا، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من ذرعہ القئ وھو صائم فلیس علیہ قضاء ومن استقاء عمدًا فلیقض۔

جس کو روزے کی حالت میں قے آ جائے (منہ بھر کر نہ ہو) تو اس پر قضا نہیں اور جس نے جان کر قے کی (کم یا زیادہ) تو اس پر قضا ہے۔

(ترمذی شریف)

حضرات محترم!

جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ہر عبادت اسی وقت مکمل ہوتی ہے، جب پوری طرح شریعت کی پابندی کے ساتھ ادا کی جائے، روزہ رکھنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اس کے شرعی احکام پوری طرح جانیں اور اس پر عمل کریں۔ ہم نے جو مسائل بیان کئے ہیں وہ اگرچہ مختصر ہیں لیکن بہت ہیں، مزید تفصیل مسائل جاننے کے لیے۔ علماء اور ائمہ سے رابطہ رکھنا چاہیئے اور پڑھے لکھے لوگوں کو خود مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

حضور علیہ السلام کا ایک اہم ارشاد اور ملاحظہ فرمائیے، جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظماء وکم من قائم لیس لہ من قیامہ الا السھر	بہت سے روزے دار ہیں، جنہیں روزوں سے سوائے پیاس کے کچھ حاصل نہیں اور بہت سے رات کو عبادت کرنے والے ہیں جنہیں سوائے جاگنے کے کچھ نہیں۔
(مشکوٰۃ شریف)	

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ روزے رکھتے ہیں اور ان کا فرض ادا بھی ہو جاتا ہے، اگر بظاہر وہ روزہ توڑنے والا کوئی کام نہیں کرتے، لیکن جو تقوی اور بلند درجہ روزے سے نصیب ہونا چاہیئے اور تراویح ادا کرنے سے جو فرحت ملنا چاہیئے، اس سے وہ محروم رہتے ہیں، کیونکہ وہ روزے کی حالت میں بھی اپنی بے ہودہ عادت کے مطابق، جھوٹ مکر، بہتان اور غیبت وغیرہ سے باز نہیں آتے وہ تجارت کرتے ہیں تو دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے، ملازمت کرتے ہیں، تو سستی سے باز نہیں آتے، لوگوں پر ظلم کرنے دوسروں کا حق مارنے، رشوت لینے، سود سے پیسہ کمانے کی غیر شرعی حرکتوں کو نہیں چھوڑتے۔

رمضان کے ایک مہینہ کا روزہ تو مسلمان کو بہت بلند کر سکتا ہے، لیکن اس بدنصیبی کا کیا علاج کہ مسلمان خود ہی اپنی حالت کو تبدیل نہیں کرنا چاہتے۔ ہماری حالت کو اس مریض کی سی ہے جو دوا تو استعمال کرتا ہے، لیکن اس کو دوا کا پورا فائدہ نہیں مل پاتا، کیونکہ وہ ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتا جن سے دوا استعمال کرنے کے دوران پرہیز ضروری ہے اب اس مریض کی حالت نہ بدلنے اور مرض ختم نہ ہوتے ہیں نہ تو ڈاکٹر کا قصور ہے، نہ ہی دوا کی خرابی۔

اس میں شک نہیں کہ روزہ مسلمان کی مادی اور روحانی بلندی کا ذریعہ ہے لیکن افسوس کہ ہم اس کو ایک رسم سمجھ کر اختیار کرتے ہیں وہ پرہیز نہیں کرتے، جس سے اس کا پورا فائدہ نصیب ہو، یاد رکھیئے خدا نے ہماری فلاح و بہبود کے لیے ہمیں عبادتوں کے طریقے عطا فرما دیئے، لیکن خدا ہی کا یہ قانون بھی ہے۔

اِنَّ اللہَ لَا یغیر ما بقومٍ حتّٰی یغیروا ما بانفسھم۔

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔ (پ ۱۳۔ رعد آیت ۱۱)

خدا اچھے لوگوں کو کبھی تباہ و برباد نہیں کرتا۔ اگر وہ اچھائی پر رہتے ہیں، لیکن جب وہ خود ہی اچھائی کا راستہ چھوڑ کر برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، تو خدا کا ان پر عذاب آتا ہے، اسی طرح، بدکار و بدکردار لوگ، امن و چین کبھی نہیں پا سکتے، جب تک کہ وہ خود کو تبدیل نہ کریں اور برائیوں کا راستہ چھوڑ کر بغاوت سے توبہ کر کے، خود کو اچھا نہ بنا لیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار نہ کر لیں،

اسلام یقیناً اپنے ماننے والوں کو امن، اور چین کی زندگی بخشتا ہے، اگر ہم ماضی کی تاریخ پر غور کریں تو اسلام ہی نے جاہل و وحشی انسانوں کو دنیا کی سب سے زیادہ مہذب باوقار اور بلند مرتبہ قوم بنایا لیکن انھوں نے صرف، اسلام کا کلمہ ہی نہ پڑھا تھا بلکہ اپنی پوری زندگی کو اسلامی سانچہ میں ڈھال دیا تھا آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں دوسری کی دوسری بڑی قوم بھی ہیں، دولت کی بھی ہمارے پاس کمی نہیں، لیکن معاشی سیاسی ہر اعتبار سے کمزور ہیں، تیل کے کنوئیں، سونے کی کانیں ہمارے پاس ہیں لیکن ہماری عزت و آبرو، غیروں ہی کے قبضہ میں ہے، ہم خود کوئی قوت نہیں دوسروں کے سہارے زندہ ہیں، آخر کیوں، جبکہ اسلام تو ہماری بلندی اور عروج

کا ضامن ہے، ہماری عزت و آبرو کا محافظ ہے، ہم سے امن و سکون کی زندگی کا وعدہ کرتا ہے۔

اگر آپ غور کریں، تو اس حقیقت کا اعتراف کریں گے کہ ہم نے کلمہ تو پڑھا ہے، اسلام کو ماننے کا دعویٰ تو کیا ہے لیکن اپنی زندگی کے کسی حصہ میں اسلام کو اختیار نہیں کیا۔ ہم نے اسلام کے حکم پر عمل کرنے کے لیے کون سی قربانی کی ہے، کون ہے جو بھوکا رہنا برداشت کرے لیکن سود کی دولت پر نظر نہ ڈالے، دوسروں کا حق نہ مارے کسی پر ظلم نہ کرے جھوٹ نہ بولے، ہم تو اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے، اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے حلال و حرام کا فرق تک بھول گئے اور ایسی حالت پر رہ کر صرف چند مسجدوں اور چند روزوں کے ذریعہ اپنی حالت میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ ذلت و خواری، عزت و عظمت میں بدل سکتی ہے لیکن ہمیں قربانی کرنا ہوگی، اپنی بدکاری و بدکرداری کو چھوڑنا ہوگا، اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پورے مہینہ تراویح پڑھیں، روزے رکھیں، تقویٰ و پرہیزگاری کا خوب مظاہرہ کریں کچھ نصیب نہیں ہو سکتا، پس آیئے ہم آج تک کیے ہوئے اعمال کا جائزہ لیں۔ اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور پھر روزہ رکھیں یقین جانیے بڑا سکون نصیب ہوگا، ساری بلائیں اور مصیبتیں دور ہو جائیں گی، اللہ عمل کی توفیق دے،

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ

اجمعین۔

* * *

آٹھویں رات

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

روزہ روزے دار کو اتنا بلند مرتبہ اور اللہ کا اتنا پیارا بنا دیتا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ روزے دار کے لیے خاص کر دیا گیا، حضرت سہیل ابن سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ "جنت کے آٹھ دروازے ہیں"

مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهٗ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ۔	ان میں سے ایک دروازہ ہے جس کا نام "باب الریان" رکھا گیا ہے اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہر نیکی کے بدلے کا کوئی حساب مقرر ہے یہاں تک کہ بعض نیکیوں کا بدلہ سات سو گنا تک ہو جاتا ہے۔ لیکن روزہ خدا کو اتنا پیارا ہے کہ وہ روزے دار کو خود ہی اس کا بدلہ خصوصی طور پر عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهٗ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ طَعَامَهٗ مِنْ أَجْلِيْ۔	صرف روزے کا بدلہ میں خود دوں گا کیونکہ روزہ میرے ہی لیے ہے، روزے دار اپنی خواہش اور کھانا پینا صرف میرے ہی لیے چھوڑتا ہے۔

اسی حدیث میں روزے دار کی خدا کے دربار میں عظمت کو مزید واضح کیا گیا، نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں۔

للصائم فرحتان، فرحۃ عند	روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک

فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ۔	خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت۔

روزے دار کے منہ میں افطار سے پہلے ایک بُو پیدا ہو جاتی ہے جس کو عام طور پر لوگ پسند نہیں کرتے لیکن جانتے ہو یہ بو خدا کو کتنی پسند ہے، اسی حدیث کا حصہ ہے، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عنداللہ من ریح المسک۔	روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔

روزہ مسلمان کے لیے گناہوں سے حفاظت اور جہنم کی آگ سے پناہ کا ذریعہ ہے۔ فرمایا گیا" اور روزے ڈھال ہیں"۔ بیشک روزے دار کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے لیکن صرف کھانا پینا چھوڑ دینے اور خواہش نفس پر قابو پا لینے سے نہیں بلکہ یہ عظمت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب روزے دار ہر بڑی، چھوٹی برائی سے اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے، فرمایا گیا،

اِذَا قَامَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرؤٌ صائم۔	جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بری بات کہے، اور نہ شور مچائے اور اگر کوئی اس کو گالی دے یا مار پیٹ بھی کرے تو کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف)

روزہ اور روزے کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت، یا رات کو تراویح میں قرآن کریم سننا، سنانا، قیامت کے دن مغفرت و بخشش کا ذریعہ بنیں گے، حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

الصیام والقرآن یشفعان للعبد	روزے اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت

یقول الصیام ای رب انی
منعتہ الطعام والشہوات بالنہار
فشفعنی فیہ ویقول القرآن منعتہ
النوم باللیل فشفعنی فیہ
فیشفعان۔

کریں گے، روزہ کہے گا اے رب میں نے
اسے دن میں کھانے اور شہوت سے
روکا تھا تو اس کے بارے میں میری شفاعت
قبول کر، اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات
کو سونے سے روکا تھا تو اس کے لیے میری
شفاعت قبول کر، پس دونوں کی شفاعت
قبول کر لی جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

رمضان کا مقدس مہینہ، اس کے دنوں میں عظیم عبادت، روزہ بلاشبہ خدا کی رحمت ہے، دنیا میں مسلمان کی ظاہری و باطنی پاکیزگی اور پرہیز گاری کا ذریعہ اور آخرت میں خدا کے قرب، گناہوں کی بخشش اور جہنم کی آگ سے آزادی کا ضامن ہے، یقیناً اس نعمت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے والا مسلمان بڑا ہی خوش نصیب اور اپنے آپ کو اس سے محروم رکھنے والا بڑا ہی بدنصیب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

من افطر یوما من رمضان
من غیر رخصۃ ولا مرض لم
یقض عنہ صوم الدھر کلہ
وان صامہ۔

جو رمضان میں بغیر شرعی اجازت اور
بغیر بیماری کے ایک دن کا روزہ نہ رکھے
پھر وہ عمر بھر روزہ رکھے لیکن رمضان کے
روزے کا ثواب نہ پائے گا، (ابن ماجہ)

ذرا غور کیجئے، رمضان میں روزے کی کس قدر اہمیت اور، کتنا عظیم ثواب ہے، یہ مسئلہ تو اپنی جگہ ہے کہ، اگر کسی نے رمضان میں روزہ نہ رکھا تو دوسرے دنوں میں اس کی قضا کر لی جائے گی اور فرض ادا ہو جائے گا، لیکن خدا کے قرب کا جو مرتبہ، اور جو عظیم ثواب میں روزہ رکھنے سے ملتا ہے، وہ گیارہ مہینے متواتر روزہ رکھنے سے بھی نصیب نہیں

ہو سکتا، اسی لیے ہم نے کہا، کہ جو شخص یہ مہینہ پائے اور روزہ نہ رکھے وہ بڑا ہی بدنصیب ہے،

یہ مہینہ تو، گھر، گھر رحمت بانٹنا اور برکتیں تقسیم کرنا آیا ہے، اب کوئی اس کی عظمت ہی کا احساس نہ کرے تو اس مہینہ کا کیا قصور، جس طرح انسان کو جسم کا میل صاف کرنے کے لیے غسل کرنا پڑتا ہے، اپنے کپڑوں کو صاف کرنے کے لیے انہیں دھونا پڑتا ہے، اسی طرح اس مہینہ کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے روزہ رکھنا، تراویح پڑھنا، تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔ جو اتنی تکلیف بھی برداشت نہ کر سکے، اسے رمضان کی رحمتوں سے امید رکھنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

حضرات محترم!

ایک طرف تو رمضان کا برکتوں بھرا بادل ہم پر سایہ کیے ہوئے، دوسری طرف ہمارے دن، رات تکلیفوں اور مصیبتوں سے بھرے ہوتے ہیں، مادی ترقی کے اس دور نے سچ پوچھیے تو آفتوں اور بلاؤں کے سوا ہمیں کچھ نہ دیا، آج دولت کی ریل پیل نظر آتی ہے۔ لیکن غربت کا تناسب پہلے سے زیادہ ہے، آج طرح طرح کی غذاؤں کی بھرمار ہے، لیکن جسمانی کمزوری زیادہ ہی ہوتی جاتی ہے، آج بیماریوں پر قابو پانے کے لیے عجب عجب دوائیں اور طریقے ایجاد ہو چکے ہیں لیکن دن بدن، نت نئے امراض جنم دے رہے ہیں، انسان اپنے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لیے جتنا زیادہ کوشاں ہے اتنا ہی اس کا مستقبل بھیانک ہوتا جا رہا ہے۔ مدتوں سے کان ترس رہے ہیں کہ دنیا کے کسی گوشے سے تو امن، سکون کی خبر سنائی دے۔ لیکن مایوسی ہی مایوسی ہے کون سی قوم ہے جس کو پُر سکون زندگی میسر ہے، کون سا ملک ہے جہاں انسانوں کی عزت و آبرو محفوظ ہے، آخر کہاں جائیں اور کیا کریں کہ پُر سکون زندگی میسر آئے۔ تو میں دعوت دیتا ہوں، دنیا بھر کے انسانوں کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو، کہ

مادی سیاروں کو چھوڑ کر اسلام کا سہارا لے لو، یہ تمہیں ایسی طرح پُرسکون زندگی مہیا کر دے گا، جس طرح چودہ سو برس پہلے تباہ حال انسانوں کو نواز چکا ہے۔

پس خدا کے سچے بندے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام بن کر دیکھو تو تمہیں نظر آئے گا، کہ رمضان کا برکتوں بھرا، بادل ہم پر سایہ کیے ہوئے ہے یہی موقع ہے۔ اسلام کا پھندا گردن میں ڈال لینے کا اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لینے کا، گناہوں سے توبہ کرنے کا۔ تراویح، اس طرح پڑھو کہ قرآن کریم کے ایک ایک لفظ پر آنکھوں سے آنسو ٹپکیں، سحری ایسے کھاؤ کہ ہر نوالے کے ساتھ خدا کی رحمت سے جھولیاں بھاری محسوس ہوں، یقین کیجئے۔ اگر ہم نے اس حال میں یہ ایک مہینہ گزار لیا تو اس کی برکتیں ہمیں ایسی نصیب ہوں گی کہ پھر کوئی تڑپ کوئی اضطراب باقی نہ رہے کہ خدا کا وعدہ ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ
الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

اور نہ ہمت ہارو، اور نہ غم کرو، اور تم ہی
بلند ہو گے، اگر تم سچے مومن ہو۔
(پ ۴، آل عمران آیت ۱۳۹)

اللہ ہمیں سچا مومن بنائے کہ رمضان کی پوری رحمتیں حاصل کر سکیں۔ اور کم ہمتی، رنج و غم سے نجات نصیب ہو، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد
وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

* * *

نویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات، محترم!

اسلام دین یسر، آسان مذہب ہے۔ خدا جو اپنے بندوں پر ہر ایک سے زیادہ مہربان ورحم کرنے والا ہے۔ کب پسند فرما سکتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کسی سختی ودشواری میں مبتلا کرے وہ ارشاد فرماتا ہے۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ	اللہ تمہارے لیے سہولت چاہتا ہے،
وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔	وہ تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔

(پ۲، البقرۃ، ۱۸۵)

وہ، اللہ، بندوں پر، ان کی قوت وطاقت سے زیادہ بوجھ ہرگز نہیں ڈالتا، فرمایا گیا،

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا	اللہ کسی پر ذمہ داری نہیں ڈالتا مگر اس کی
وُسْعَھَا۔	طاقت کے مطابق۔

پس، اسلام آسان مذہب ہے، یہ احکام اسلام کا بوجھ نہیں کہ انسان پانچ وقت پابندی سے نماز نہ پڑھے، ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے، روزہ نہ رکھے، حج فرض ہو تو نہ کرے۔ ان تمام احکام پر عمل کرنا تو آسان ہے یہ صرف مسلمان کی کمزوری اور لاپرواہی ہے کہ وہ ان کی پابندی نہیں کر پاتا، جس کے لیے اس کو قیامت کے دن جواب دہ ہونا پڑیگا۔ روزہ انسان کی طاقت وقوت کے عین مطابق ہے۔ اس میں کس قدر آسانی ہے کہ رب صرف اتنا چاہتا ہے کہ سال میں ایک مہینہ، تم اس کے حکم کے مطابق، اپنے کھانے پینے اور نفس کی خواہش پوری کرنے کے اوقات بدل دو۔"

وہ بھی چوبیس گھنٹے کے لیے نہیں، بلکہ صرف صبح صادق سے غروب آفتاب تک

کے لیے، ساری رات کھا سکتے ہو، کوئی پابندی نہیں، اور یہ پابندی بھی ان لوگوں کے لیے، جنہیں کوئی مجبوری نہ ہو، اور اگر مجبوری ہو تو، اس مہینہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں ادا کر لو، فرمایا گیا۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ

پھر جو تم میں سے، بیمار ہو، یا سفر میں ہو تو اتنے روزے دوسرے دنوں میں رکھ لے اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں، اس کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا، (پ ۲، البقرہ ۱۸۱)

شریعت کے مطابق، مجبوریاں، تین ہی ہو سکتی ہیں، بیماری، سفر، قوت نہ ہونا، آسانی چاہنے والا خدا اجازت دیتا ہے، کہ اگر بیماری، یا سفر کی حالت ہو تو، تم روزے قضا کر سکتے ہو، اور اگر بالکل ہی قوت نہ ہو، تو فدیہ ادا کر سکتے ہو،

مریض کو، روزہ قضا کرنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن مرض ایسا ہو کہ روزے کی وجہ سے جس کے بڑھنے کا خطرہ ہو، یا مریض کے ہلاک ہو جانے کا خطرہ یا اس کی وجہ سے روزہ برداشت نہ کیا جا سکتا ہو، معمولی مرض کو، روزہ چھوڑنے کا بہانہ بنا لینا سخت گناہ ہے

حیض و نفاس والی عورت، حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے حیض اور نفاس کی حالت میں تو روزہ رکھنا، نماز پڑھنا جائز ہی نہیں، اس حالت کے دنوں کی نماز تو معاف ہے، لیکن روزے قضا کرنا ہوں گے، حمل والی عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنے یا بچے کے بیمار ہو جانے کا خطرہ ہو تو روزہ قضا کر سکتی ہے لیکن اگر اس قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو تو روزہ رکھنا چاہیئے۔ دودھ پلانے سے نہ تو روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے یہ بالکل غلط مشہور ہے کہ بچہ والی عورت دودھ پلانے یا بچہ کی خدمت کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتی،

شریعت کے مطابق مسافر وہ شخص ہے۔ جو اپنے شہر سے ستاون میل کے ارادے سے نکلے اور کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے ایسا شخص جب تک اپنے گھر واپس نہ ہو گا مسافر ہی کہلائے گا۔ مسافر کے لیے نماز میں قصر کرنا واجب ہے یعنی چار فرضوں کی جگہ دو فرض ادا کرے گا، اگر کسی نے چار فرض پڑھے نماز نہ ہوئی، اور روزے قضا کرنے کی اجازت ہے، چاہے، سفر ریل کا ہو یا ہوائی جہاز یا کسی بھی سواری کا، سفر میں تکلیف ہو یا نہ ہو، ہاں اگر سفر میں تکلیف کا خطرہ نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ حمزہ ابن عمرو اسلمی نے نبی کریم علیہ السلام سے پوچھا کہ، کیا میں سفر میں روزہ رکھ سکتا ہوں، یہ سوال انہوں نے اس لیے کیا تھا کہ وہ بہت روزے رکھا کرتے تھے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ	اگر چاہو روزہ رکھو اگر چاہو تو افطار
شِئْتَ فَافْطِرْ۔	کر لو (روزہ نہ رکھو)

غرضیکہ، مریض، مسافر، حیض، نفاس والی عورت، حاملہ اور بچہ کو دودھ پلانے والی عرض، ان سب کو روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے، لیکن رمضان کی بے حرمتی کی اجازت پھر بھی نہیں، یعنی ان سب کو چاہیئے کہ روزے داروں سے چھپ کر اپنی ضروریات پوری کریں، حتیٰ کہ حیض ونفاس والی عورت کا بھی یہی حکم ہے، حالانکہ وہ اپنی مرضی سے روزہ قضا نہیں کر رہی، اس کے لیے تو روزہ رکھنا جائز ہی نہیں،

فدیہ، دینے کی اجازت، ایسے بوڑھے مرد وعورت کے لیے ہے، جن کے لیے روزہ رکھنا بالکل ہی دشوار ہو، یا ایسے مریض کے لیے جو ہمیشہ ہی بیمار رہتا ہو یا اس کو کوئی ایسا مرض ہو جو روزے ہی کی وجہ سے بڑھتا ہو، یہ لوگ فدیہ تو یہ ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر زندگی میں کسی وقت بھی، ان میں روزہ رکھنے کی قوت پیدا ہو جائے تو انہیں روزے قضا کرنا لازمی ہو گا تو ان کا دیا ہوا فدیہ یہ صدقہ ہو جائے گا، جس کا ثواب ملے گا، فدیہ

بلا عذر روزہ چھوڑ دینے کا فدیہ نہیں ہے۔

ایک روزے کا فدیہ کسی غریب کو دونوں وقت کھانا کھلانا ہے، یا اتنی رقم ادا کرنا جس سے ایک غریب دو وقت کا کھانا خرید سکے، غریب کو ایسا ہی کھانا کھلانا چاہیئے، جیسا خود کھاتا ہو۔

جن لوگوں پر روزے کی قضا واجب ہو۔ انہیں جس قدر ممکن ہو جلد روزے رکھنا چاہئیں، دوسرا رمضان آنے سے پہلے قضا کر لینا ضروری ہے، جو شخص مر گیا اور اس پر روزے قضا تھے، تو اس کے مال کے تہائی حصے سے، اس کے روزوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے، اور اگر فدیہ کے لیے تہائی حصہ کافی نہ ہو تو، اس کے وارث، اس پر احسان کریں، اور اپنے حصہ سے فدیہ پورا کر دیں اور اگر ایسے شخص نے مال نہ چھوڑا ہو، تو اس کے عزیز واقارب کو بھلائی کرنا اور اس کا فدیہ ادا کر دینا چاہیئے۔

حضرات محترم!

ان تمام مسائل سے آپ نے اندازہ کیا کہ ہمارا رب ہمارے لیے کس قدر آسانی چاہتا ہے، اس کے اس فضل کے باوجود بھی ہم، اگر اس کے احکام سے منہ موڑیں، یا اس کی اطاعت میں مکروفریب کریں تو یہ یقیناً ہماری بڑی بدنصیبی ہے، یقیناً اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا،

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ۔

اور اللہ نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم کرے

(پ ۲۴، مومن ۳۱)

وَمَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ
وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

میرے یہاں حکم بدلا نہیں جاتا اور نہ میں
اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔

(پ ۲۶، ق ۲۹)

بلکہ انسان خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ۔

اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ (پ ۲۵، زخرف ۲۶)

ملاحظہ فرمایا آپ نے، خدا کی نافرمانی کی وجہ سے جب ہم پر خدا کا عذاب آتا ہے تو ہم چیخ اٹھتے ہیں، کاش پہلے ہی سے اس حقیقت کو تسلیم کر لیں، کہ خدا تو رحیم و کریم ہے وہ کب اپنے بندوں پر ظلم فرمائے گا، ہم خود ہی ظالم ہیں، کہ دنیا کے عیش و عشرت میں مست ہو کر نہ نمازوں کا خیال کرتے ہیں، نہ روزوں کی پرواہ اور نہ ہی شریعت کے دوسرے احکام کی پابندی کا احساس، ہم تو اس قدر ظالم ہیں کہ اس دنیا کی لذتوں میں مست ہو کر حلال و حرام تک کا فرق بھلا بیٹھے، ہماری بدکرداریاں ہی خدا کے عذاب کو دعوت دیتی ہیں۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۔ (پ ۲۵، شوریٰ ۳۰)

اور جو بھی مصیبت تمہیں پہنچی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے سبب پہنچی ہے اور وہ بہت سی برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

جتنی بدکرداریاں ہم کرتے ہیں، عذاب ان سے بہت کم ہوتا ہے، کیوں کہ کرم والا رب، ہماری بہت سی حرکتوں سے درگزر فرماتا ہے، اور ان کو اپنے فضل و کرم سے معاف کر دیتا ہے، پس جب ہم کسی مصیبت میں مبتلا ہوں ہمیں اپنے اعمال پر نظر ڈالنا چاہیئے۔

بہر حال عذاب الٰہی کے نازل ہونے، مصائب و آفات میں مبتلا ہونے کا سبب ہمارے برے اعمال اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی ہے

رمضان کا مہینہ، توبہ کرنے اور بقیہ زندگی شریعت کے مطابق بسر کرنے کا عزم کرنے کے لیے نہایت موزوں ہے، اللہ تعالیٰ قبول کرے آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد
وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

دسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

روزہ، قرب الٰہی کا ذریعہ ہے کہ اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانیت کے ہر دور میں یہ پایا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم سے واضح ہوتا ہے، ارشاد فرمایا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے، تاہم تم پرہیزگار بن جاؤ۔

(پ۲، بقرہ ۱۸۴)

یہ روزے ہم پر ہی فرض نہیں کیے گئے، گذشتہ امتوں پر بھی فرض ہوئے تھے، صرف روزہ رکھنے کے طریقہ اور تعداد میں فرق ضرور ہوتا رہا، آدم علیہ السلام پر، ہر مہینہ، تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے فرض تھے، موسیٰ علیہ السلام کی امت پر، محرم کی دس تاریخ، عاشورے کا روزہ فرض تھا، عیسیٰ علیہ السلام کی امت پر بھی رمضان کے روزے فرض تھے، لیکن چونکہ رمضان کبھی سردی اور کبھی گرمی میں آتا ہے، عیسائیوں کو گرمی میں روزے رکھنا بہت دشوار معلوم ہوتا تھا، لہٰذا انھوں نے اپنے دین میں دوسری تبدیلیوں کی طرح روزے کا وقت بھی بدل کر موسم بہار کر دیا، اور تبدیلی کے کفارے کے طور پر تیس کے پچاس کر لیے۔

غرضیکہ روزہ خدا کی پسندیدہ عبادت ہے، امت مسلمہ پر اگرچہ ایک ہی مہینہ کے روزے فرض ہوئے لیکن روحانی جلاء اور سکون کے لیے تقویٰ و پرہیزگاری

اور خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے، بطور نفل زیادہ سے زیادہ روزے رکھنا نبی کریم علیہ السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام و صالحین کا طریقہ رہا ہے، حضرت ابوطلحہ انصاری، حمزہ ابن عمرو اسلمی، ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے، سوا ان پانچ دنوں کے جن میں روزہ رکھنا حرام ہے، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضور علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اکثر روزے ہی کی حالت میں رہتی تھیں، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال مسلسل روزے رکھے، حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر روزہ رکھا کرتے تھے تمام ہی اولیاء و صالحین بکثرت نفل روزے رکھا کرتے تھے اور اللہ کے نیک بندے آج بھی رکھتے ہیں۔

نفل روزے کے متعلق نبی کریم علیہ السلام کا ایک ارشاد ہے، جس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ہم تک پہنچایا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

من صام یوما فی سبیل اللہ بعد اللہ وجھہ عن النار سبعین خریفا۔ (مسلم و بخاری)	جو اللہ کے لیے ایک دن روزہ رکھے تو اللہ اس کو ستر سال جہنم کی آگ سے دور کر دے گا۔

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ، سال میں مہینوں نفل روزے رکھتے ہیں، اگر اللہ قبول کرے تو یقیناً انہیں جہنم کی ہوا بھی نہ لگے گی۔

رمضان شریف کے بعد گیارہ مہینے جب چاہیں نفل روزے رکھ سکتے ہیں۔ سال بھر صرف پانچ دن ہیں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے، نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

لا صوم فی یومین الفطر والاضحیٰ۔	عید و بقر عید کے دو دن روزہ جائز نہیں،

نیز آپ نے فرمایا۔

ایام التشریق ایام اکل	تشریق کے دن کھانے پینے اور اللہ کا

وشرب و ذکر اللہ ۔ (مسلم) ذکر کرنے کے ہیں۔

یعنی عید و بقر عید کے دو دن اور بقر عید کے بعد تین دن گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ یہ پانچ دن اللہ کی طرف سے، مسلمانوں کو مسرت و خوشی کے اظہار میں کھانے پینے کے لیے مخصوص کیئے گئے ہیں، گویا یہ اللہ کی طرف سے بندوں کی دعوت کے دن ہیں، ان دنوں کا روزہ رکھنا۔ خدا کی دعوت قبول کرنے سے انکار کرنا ہے، لہٰذا ان پانچ دنوں کے روزے ناجائز کر دیئے گئے، ان دنوں کے علاوہ جب چاہو، نفلی روزے رکھو اور جہنم کی آگ سے آزادی کی ضمانت نبی کریم علیہ السلام سے حاصل کر لو۔

لیکن کسی نفلی عبادت میں اتنی زیادتی کی اجازت نہیں کہ جس سے، بیوی بچوں اور دوسرے حق والوں کی حق تلفی ہو، یا دنیا کی دوسری ذمہ داریاں پوری نہ ہو سکیں، جیسا کہ حضور علیہ السلام کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم پانچ دن کے علاوہ پورے سال روزہ رکھتے ہو اور ہمیشہ ساری رات عبادت کرتے رہتے ہو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا ہی ہے پس آپ نے فرمایا۔

فلا تفعل، صم، وافطر، وقم، و نم، فان لجسدك عليك حقًّا و ان لعينك عليك حقا، و ان لزوجك عليك حقا، و ان لزورك عليك حقا، لا صام من صام الدهر، صوم ثلثة ايام من كل شهر صوم الدهر

ایسا مت کرو، روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو، رات کو عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی کیونکہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے، اور تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے جس نے عمر بھر روزے رکھے، اس نے روزے

کلہ، صم، کل شھر ثلاثۃ ایام	رکھے ہی نہیں، ہر مہینے تین روزے رکھے
واقرأ القران فی کل شھر قلت	اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو، میں نے
اِنی اطیق اکثر من ذٰلک قال	عرض کیا، میں اس سے زیادہ کی طاقت
صم، افضل الصوم، صوم	رکھتا ہوں، فرمایا، تو تم، بہترین روزے
داؤد، صیام یوم، وافطار	یعنی صوم داؤد رکھو کہ ایک روزہ رکھو اور
یوم، واقراء فی کل سبع لیال	ایک دن افطار کرو اور سات رات میں ایک
مرۃ ولا تزد علی ذٰلک۔	قرآن ختم کرو، اس سے زیادہ نہ کرو۔

حدیث سے واضح ہو گیا کہ نفلی عبادت میں اتنی زیادتی جائز نہیں کہ حق والوں کی حق تلفی ہو اور ذمہ داریاں پوری نہ ہو سکیں، ہاں تمام حقوق کی ادائیگی اور ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ جتنی چاہو نفلی عبادت کرو،

اگر مہینہ کے تین روزے، ہر مہینہ پابندی سے رکھے جائیں، جیسا کہ حضور علیہ السلام عمر بھر کے روزوں کے برابر ہو گا، یہ تین روزے، ہر مہینہ تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو رکھے جائیں، جیسا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بتایا۔

اذا صمت من الشھر ثلاثۃ ایام	جب تم ہر مہینہ روزے رکھو، تو تیرھویں
فصم ثلاث عشرۃ واربع عشرۃ	چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے رکھو،
وخمس عشرۃ۔	(ترمذی)

صوم داؤد، یعنی ایک دن روزہ رکھنا، اور ایک دن افطار کرنا، مسلسل روزے رکھنے سے افضل ہے، ایک تو اس لیے کہ اس طرح حقوق کی ادائیگی بھی ہوتی رہتی ہے اور عبادت بھی، دوسرے اس لیے کہ جو شخص مسلسل روزے رکھتا ہے ہے اس کی عادت ہو جاتی ہے پھر اسے روزے میں بھوک پیاس کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی حالانکہ روزے کا ثواب تو اس تکلیف کے احساس ہی سے ملتا ہے۔ اکثر اولیاو کرام

اور صالحین اسی طرح روزہ رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام

یصوم من عشرۃ کل شھر	ہر مہینہ پہلی تین تاریخوں میں روزہ
ثلٰثۃ ایام وقلما یفطر یوم	رکھتے تھے اور بہت کم جمعہ کے دن
الجمعۃ۔ (نسائی)	افطار کرتے تھے۔

یعنی اگر، ہر مہینہ پہلی دوسری اور تیسری تاریخ کو بھی روزہ رکھا جائے، تب بھی ساری عمر کے روزوں کا ثواب ملے گا، نیز جمعہ کے دن روزہ رکھنا بھی ثواب کا ذریعہ ہے۔ عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھنا ممنوع ہے بہر حال نفلی روزہ رکھنا، تقوٰی و پرہیزگاری کا ذریعہ ہے۔ اس سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے، روح کو جلاء اور سکون نصیب ہوتا ہے، جسم کی صحت کے لیے بے حد مفید ہے۔ اللہ عمل کی توفیق دے اور قبول کرے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد و اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

*

گیارھویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ؕ

حضرات محترم!

یہ آپ سن چکے ہیں کہ نفل روزے، گیارہ مہینے، پانچ دنوں کے علاوہ جب چاہیں رکھے جا سکتے ہیں، اب ہم چند اہم نفل روزوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علیّ۔

حضور علیہ السلام سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا، پس آپ نے فرمایا کہ اس دن ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر قرآن کریم اتارا گیا، (مسلم)

نبی کریم اکثر السلام اکثر پیر کا روزہ رکھتے تھے، کسی نے اس کی فضیلت جاننے کے لیے یہ سوال کیا، تو آپ نے فرمایا کہ پیر کا دن بڑی فضیلت والا ہے کہ اس دن ہم پیدا ہوئے اور قرآن کریم نازل ہوا کہ غار حرا میں حضور علیہ السلام پر پہلی وحی پیر ہی کے دن آئی۔ انسان کی عظمت وبلندی کے لیے یہ دونوں واقعے اس قدر اہم ہیں کہ ان پر خدا کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ہر پیر کو روزہ رکھ کر اپنی اور امت کی طرف سے اس نعمت پر خدا کا شکر ادا فرماتے تھے،

نبی کریم علیہ السلام کے اس عمل سے ہمارے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی پیدائش کا دن منانا۔ اس سلسلہ میں روزہ رکھنا، صدقہ وخیرات کرنا محافل میلاد

منعقد کرنا، باعث برکت اور خود حضور علیہ السلام کی سنت ہے، امت مسلمہ کے لیے نبی کریم علیہ السلام کی ولادت مبارکہ سے بڑی خدا کی کوئی دوسری نعمت نہیں لہٰذا اس پر ہر سال خدا کا شکر ادا کیا جائے، ہر مہینے اس دن کو منایا جائے، ہر ہفتہ اس یاد کو تازہ کیا جائے، ہر خوشی اور غم کے موقع پر محافل میلاد کی جائے، روزانہ اپنے رسول کا ذکر کیا جائے، سب ہی طریقے، خدا کی رحمت کے نزول اور اس نعمت پر شکر ادا کرنے کے ہیں، اسی حدیث کے مطابق حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک پیر کا دن، جمعہ سے بھی افضل ہے۔

نیز، اپنی یا اپنے بچوں کی سالگرہ منانا جائز ہے، لیکن اس طرح کہ اس موقع پر محافل میلاد کی جائے، اعزا، واحباب کو کھانا وغیرہ کھلایا جائے، جس کی سالگرہ ہے اس کو تحفے دیئے جائیں۔ صدقہ وخیرات کیا جائے اور زندگی کا ایک سال بخیر وعافیت گزر جانے پر خدا کا شکر ادا کیا جائے اور مستقبل کے لیے صحت وتندرستی کی دعا کی جائے۔

بہر حال پیر کے دن روزہ رکھنا حضور علیہ السلام کی سنت ہے اور باعث برکت ہے۔ اس لیے کہ یہ دن کائنات کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش۔ اور خدا کے کلام قرآن کریم کے نزول کی ابتداء کا دن ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

تعرض الاعمال یوم الاثنین	اعمال پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے
والخمیس فاحب ان یعرض	ہیں پس میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل اس
عملی وانا صائم ۔ (ترمذی)	حال میں پیش ہوں کہ میں روزے دار ہوں۔

اس حدیث سے پیر کے علاوہ جمعرات کا روزہ رکھنے کی بھی فضیلت ظاہر ہو رہی ہے۔ حضور علیہ السلام نبیوں کے سردار، یہ چاہتے ہیں کہ جس دن خدا کے دربار میں ان کے اعمال پیش ہو رہے ہوں، وہ خود روزے کی حالت میں ہوں۔ بلاشبہ

اللہ کے نبی معصوم ہیں، گناہوں سے پاک ہیں، لیکن اپنی بندگی کا اظہار فرمارہے ہیں اور ہم گناہوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے نہ اعمال کی پرواہ کرتے ہیں۔ نہ یہ جانتے ہیں کہ کس وقت خدا کے دربار میں ہمارے اعمال پیش ہوں گے، اور نہ کبھی یہ سوچتے ہیں کہ مالک حقیقی کے دربار میں جب ہمارے اعمال پیش ہورہے ہوں تو یہاں دنیا میں اس وقت ہماری کیا حالت ہونی چاہیئے، کاش ہم اپنی حالت کو سدھارنے کی کوشش کریں۔

حضرت مسلم قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے عمر بھر کے روزوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، کہ رمضان اور اس کے قریب دنوں کے روزے رکھو،

وکل اربعاء وخمیس فاذا انت	اور ہر بدھ، جمعرات کا روزہ رکھو لیں
قد صمت الدھر کلہ۔ (ترمذی)	تم نے ساری عمر کے روزے رکھ لیے۔

یہاں بدھ کے دن روزہ رکھنے کا ذکر ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ،

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	حضور علیہ السلام، جن دنوں میں روزہ
وسلم یصوم یوم السبت ویوم	رکھتے تھے ان میں زیادہ سنیچر اور اتوار کو
الاحد۔ اکثر ما یصوم من	رکھتے اور فرماتے تھے کہ یہ دن مشرکین کی
الایام ویقول انھما یوما	عید کے دن ہیں لہٰذا میں ان کی مخالفت
عید للمشرکین فانا احب ان اخالفھم۔	پسند کرتا ہوں،

یہاں سنیچر اور اتوار کو روزہ رکھنے کا ذکر ہے، اور اس کی وجہ مشرکین کی عید سے مخالفت کرنا ہے، گویا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں۔ کہ مشرکین کی عید اور خوشی میں شریک ہونا اہل اسلام کے لیے جائز نہیں، پس

مسلمانوں کو چاہیئے کہ کرسمس نئے سال کے پہلے دن، ہولی یا دیوالی وغیرہ کے تہواروں سے دور رہیں۔ کہ یہ دن ہمارے لیے عید و خوشی کے ہرگز نہیں، اگر ان دنوں میں عیسائی یا ہندو اپنے مکانوں اور دکانوں پر روشنی کرتے ہیں تو مسلمانوں کو ہرگز ان کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے، مسلمانوں کی خوشی کے دن، عید میلاد النبی، عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں، ان تاریخوں پر مسلمان اپنے گھروں کو سجائیں، رات کو روشنی کریں، شریعت کے مطابق خوب خوشیاں منائیں، جب ہمارے پاس خود عید کے دن موجود ہیں تو ہمیں دوسروں کی عید میں شریک ہونے کی کیا ضرورت ہے، ہماری عید کے دن تو نہایت ہی پاکیزہ اور صاف ستھرے ہیں، جو ہمیں ظاہری اور باطنی خوشیاں فراہم کرنے کے لیے کافی ہیں۔

بہر حال، نفلی روزہ کسی دن بھی رکھا جائے، ثواب و برکت کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

من صام یوما فی سبیل الله جعل الله بینه و بین النار خندقا کما بین السماء والارض۔ (ترمذی)	کہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے اللہ اس کے اور آگ کے درمیان ایسی خندق کر دے گا، جیسی آسمان اور زمین کے درمیان۔

یعنی جتنا فاصلہ آسمان و زمین کے درمیان ہے، اتنا ہی فاصلہ روزہ رکھنے والے اور جہنم کی آگ کے درمیان ہو گا، جس طرح اتنی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح روزے دار تک دوزخ کی آگ نہ پہنچ سکے گی،

صوم وصال، یعنی بغیر افطار کے بغیر کچھ کھائے پیئے مسلسل روزے رکھنا حرام ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ:

نھی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الوصال فی الصوم	حضور علیہ السلام نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا پس کسی نے عرض کیا

فقال له رجل انك تواصل یا رسول الله، قال ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقین (مسلم وبخاری)

یارسول اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا، تم میں مجھ جیسا کون ہے، میں تو اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے،

نبی کریم علیہ السلام خود صوم وصال رکھا کرتے تھے کہ مسلسل کئی دن تک بغیر افطار وکھائے پیئے روزے رکھتے تھے، لیکن ہم غلاموں کو اس تکلیف میں مبتلا ہونے سے منع فرمادیا، کیوں کہ یہ طریقہ ہمارے لیے تو نہ صرف تکلیف دہ بلکہ جان لیوا تک ثابت ہو سکتا ہے، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی، آپ نے صاف فرمادیا، کہ مجھ جیسا تم میں کون ہو سکتا ہے۔ یہ بات حضور علیہ السلام نے ان صحابہ سے فرمائی جو ہر اعتبار سے، عام مسلمانوں سے، افضل واعلیٰ تھے۔ پس جب صحابہ میں حضور جیسا کوئی نہیں ہو سکتا تو ہم میں سے کس کی مجال کہ وہ حضور جیسا ہونے کا دعویٰ کرے یا حضور کو اپنا جیسا جانے، حق یہ ہے کہ بے عیب خدا نے اپنی مخلوق میں صرف اپنے محبوب علیہ السلام کو ایسا بے عیب پیدا فرمایا کہ ان جیسا نہ کوئی ہو سکا اور نہ ہو سکے گا۔

نفلی روزہ، شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتا ہے کہ بلا عذر، اس کا توڑنا جائز نہیں اور اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے توڑ دیا تو قضا کرنا لازمی ہو گا۔ عورتوں کے لیے بھی نفلی روزوں کا وہی ثواب ہے جو مردوں کے لیے ہے، لیکن شادی شدہ عورت نفلی روزہ یا کوئی بھی نفلی عبادت شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی، تاکہ شوہر کی خدمت اور اس کا حق ادا کرنے میں کمی واقع نہ ہو، کیوں کہ شوہر کی خدمت کرنا واجب ہے، عاشوراء محرم کی دس تاریخ، عرفہ، ذی الحجہ کی نو تاریخ،

شب براُت، شعبان کی پندرہ تاریخ کے روزوں کا بہت ثواب ہے، خدا توفیق دے، تو رکھنا چاہئیں، اللہ، ہمارے فرض اور نفلی روزوں اور دوسری عبادتوں کو قبول کرے، آمین،

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

* * *

"بارہویں رات"

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

خدا کی عبادت مسلمان کی روح کے لیے ایسی ہی غذا ہے، جیسے جسم کے لیے کھانا پینا، جسم جب بھوک و پیاس سے بے چین ہوتا ہے تو اسے کچھ کھانا، کھانے اور عمدہ مشروب پینے سے بے چین نصیب ہو جاتا ہے، کیونکہ جس مٹی سے پیدا ہونے کیا گیا، اسی مٹی سے اس کی غذا پیدا کی گئی جو اس کے لیے سکون کا ذریعہ بن جاتی ہے لیکن روح کو مٹی سے پیدا ہونے والی ان چیزوں سے سکون ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ مٹی سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ "الروح من امر ربی" روح میرے رب کا حکم ہے۔ جس کے سکون کا ذریعہ، عبادت، رب کی یاد کے سوا، کچھ اور نہیں ہو سکتا۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ	جو لوگ ایمان لائے، اور جن کے دل خدا
بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ	کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں،
الْقُلُوْبُ ۔	(پ۱۳، رعد، ۲۸)

روح کا مرکز، دل ہے لہٰذا دل کا اطمینان حقیقت میں روح ہی کا مطمئن ہونا ہے۔ جس کا ذریعہ خدا ہی کی یاد ہے۔

اور جس طرح مقوی، غذائیں، جسم میں قوت پیدا کرتی ہیں، اسی طرح مقوی عبادت روح کی قوت کا ذریعہ ہوتی ہے، مقوی، کھانا وہ ہے۔ جس میں کوئی ملاوٹ والی چیز شامل نہ ہو، اور مقوی عبادت وہ ہے جس میں خلوص ہو، ریا اور دکھاوے کی ملاوٹ نہ ہو، نبی کریم علیہ السلام کا فرمان ہے۔

انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کی قبولیت کا ذریعہ نیتیں ہیں۔

اگر عبادت، تقویٰ و پرہیزگاری کے مظاہرے اور لوگوں پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے سبب کی جائے، تو ایسی ملاوٹ والی عبادت سے روح کو کوئی فائدہ اور سکون نصیب نہیں ہو سکتا، روح تو ایسی ہی خالص پُرخلوص عبادت چاہتی ہے، جیسے جسم نہایت ہی نفیس، لذیذ اور عمدہ کھانا چاہتا ہے۔

پس اگر غور کیا جائے تو عبادتوں میں سب سے زیادہ خالص اور پُرخلوص عبادت چاہتی ہے نماز، زکوٰۃ، حج تلاوت قرآن، تسبیح وغیرہ تمام عبادتوں میں نہ چاہتے کے باوجود بھی، ریا اور دکھاوا شامل ہو سکتا ہے، کہ یہ عبادتیں دوسروں کو نظر آتی ہیں لیکن روزہ ایسی عبادت ہے جس کا تعلق صرف بندے اور خدا کے درمیان ہے، اس کو کوئی دوسرا نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ جان سکتا ہے، اگر ایک بے روزے دار بھی دعویٰ کرے تو ماننا پڑے گا کہ کسی کے چہرے سے اس کا روزے دار ہونا، یا نہ ہونا معلوم نہیں کیا جا سکتا، پس جو شخص روزہ رکھتا ہے، یقیناً وہ اللہ ہی کی رضا چاہتا ہے وہ صرف اللہ ہی کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے، وہ صرف اللہ ہی کی یاد میں، روزے کی محنت برداشت کر رہا ہے۔ واقعی یہ بڑی خالص عبادت ہے، جتنا خالص کھانا جسم کو ملے گا اتنا ہی جسم طاقت ور ہو گا، اور جتنی خالص عبادت کی جائے گی اتنی ہی روح طاقتور ہو گی، جسم کا طاقت ور ہونا بیماریوں سے بچنا ہے اور روح کا طاقتور ہونا گناہوں اور برائیوں سے بچنا ہے، روزے سے روح طاقتور ہوتی ہے، یعنی انسان گناہوں اور برائیوں سے بچتا ہے، اسی لیے خدا نے روزے کا مقصد، یا اثر یا نتیجہ تقویٰ قرار دیا۔ لعلکم تتقون" تاکہ تم متقی ہو جاؤ، روزہ رکھو متقی بن جاؤ گے اور متقی بن جانا انسانیت کا بڑا ہی بلند مرتبہ ہے، بہت ہی بڑی کامیابی ہے، دولت مند بن جانا کوئی کمال نہیں۔ دین و دنیا کے علم میں کمال حاصل کر لینا کوئی خاص خوبی نہیں،

عزت و شہرت مل جائے، یا اقتدار حکومت نصیب ہو جائے کوئی بڑی بات نہیں، متقی بن جانا واقعی کمال ہے۔

جو متقی ہو گیا اسے، دولت عزت، شہرت سب ہی کچھ نصیب ہو گئی، صحابہ کرام کے پاس بظاہر کچھ نہ تھا لیکن متقی ہی تھے کہ غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ اپنے سے کئی گنا زیادہ کافروں کے مقابلہ پر آئے، لیکن غالب ہوئے، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کا دور تاریخ میں محفوظ ہے نہ ان کے پاس تیل کے کنوئیں تھے نہ سونے کی کانیں، لیکن متقی تھے، کہ بڑے بڑے طاقتور، شہنشاہوں کو زیر کر گئے اور زمین کے ایک لمبے چوڑے حصہ پر اسلام کا جھنڈا لہرا گئے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ متقی ہی تھے، جن کے ایک ایک جلسہ میں لاکھوں انسان مشرف باسلام ہوا کرتے تھے، حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت داتا گنج بخش، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سب متقی تھے جو ہندوستان میں ہمیشہ کے لیے اسلام کی جڑوں کو مضبوط کر گئے۔ ان متقیوں سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو آج اسلام ہم تک نہ پہنچا ہوتا، اور ہم دولت کے رسیا، عزت و شہرت کے بھوکے کہ آج ہمارے پاس مادی وسائل کی کمی نہیں، تعداد میں دنیا کی دوسری بڑی قوم، تیل کے ذخائر ہمارے پاس سونے کی کانوں کے ہم مالک دنیاوی علم میں کسی سے کم نہیں، تکبر و غرور سے ہماری گردنیں اکڑی ہوئی ہیں، امریکہ و یورپ کے ہوٹل ہم سے آباد ہیں۔ عیاشی کے اڈے ہم سے چل رہے ہیں، لیکن کبھی غور کیا آپ نے، ہم کیا ہیں، سب کچھ ہونے کے باوجود بھی، نہایت ہی کمزور، نہایت ذلیل و خوار ہمارے "قبلہ اول" پر، اسلام دشمن قوت نے قبضہ کر لیا، جو ہر اعتبار سے ہماری نسبت کمزور ہے، لیکن آج تک ہم اس کا بال بیکا نہ کر سکے، بھارت کے مسلمانوں پر صرف اسلام ہی کے ناطے

کھلم کھلا ظلم ہو رہا ہے، لیکن ہم آواز تک نہیں نکال سکتے، ایتھوپیا اور بنگلہ دیش میں لاکھوں فرزندان اسلام بھوک سے تڑپ رہے ہیں، لیکن ہم نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ پاتے، افغانستان کو مسلم ملک کی حیثیت میں باقی رکھنے کے لیے، ہزاروں اسلام کے شیدائی اپنی جانیں پیش کر رہے ہیں، لیکن مسلمانوں کا خون چوسنے والے شہنشاہ و سلاطین، کسی افغان مجاہد کو ایک نیزہ تک دینے کے لیے تیار نہیں، امریکہ نے لیبیا پر بمباری کر کے پوری امت مسلمہ کو چیلنج کیا، لیکن اس کی غیرت ایمانی جوش میں نہ آئی، عراق و ایران، ہوس اقتدار میں برسوں سے مصروف جنگ ہیں، لیکن کوئی نہیں کہ بھائی، بھائی میں صلح کرانے کا فرض ادا کرے، ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ لیکن پھر بھی ہم بھکاری ہیں، کبھی امریکہ کے سامنے جھولی پھیلاتے ہیں، تو کبھی روس کی پناہ تلاش کرتے ہیں۔ خود ہم کوئی قوت نہیں کبھی سوچا آپ نے کیوں؟

صرف اور صرف اس لیے کہ مسلمان ہیں لیکن متقی نہیں، تقویٰ جو سب سے بڑی دولت، سب سے قوی سہارا، سب سے مضبوط، ہتھیار، اسی سے ہم محروم یاد رکھیے جب مسلمان کے پاس تقویٰ نہیں رہتا تو اس میں نہ، جرأت رہتی ہے، نہ ہمت، نہ غیرت رہتی ہے نہ حمیت، وہ ایک بے جان جسم ہوتا، جو ہر ایک کی ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ یہی آج ہمارا حال ہے۔

خدا چاہتا ہے کہ وہ ہمیں ذلت اور خواری سے محفوظ رکھے، جس کے لیے اس نے اپنے فضل و کرم سے ہم پر ہر سال ایک ماہ کے روزے فرض کیے، تاکہ ہر سال ہماری کمزوری دور ہوتی رہے۔ اور جب بھی ہم کمزور ہوں تو نفل روزے رکھ کر ہم قوت حاصل کر لیں۔ لیکن ہم نے ان روزوں کو بھی رسم بنا لیا، اور جس طرح آج ہماری غذا اصل نہ ہونے کے سبب ہمارے جسم طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ اسی طرح ہمارے روزے صرف ایک رسم ہونے کے باعث غیر مؤثر ہو

گئے، کہ ہم روزے رکھتے ہیں لیکن تقوٰی حاصل نہیں کر پاتے، روحانی سکون میسر نہیں آتا۔

روزہ تو جب ہی اثر کرے گا، جب اس کے تمام اجزاء خالص ہوں، اس میں جھوٹ، مکر، فریب، رشوت، سود کی ملاوٹ نہ ہو، روزے کی حالت میں کسی پر ظلم نہ ہو، کسی کی حق تلفی نہ ہو، مسلمان بھائی سے لڑائی جھگڑا نہ ہو، زبان سے سخت بات نہ نکلے، جس رزق سے آپ سحری کھا رہے اور روزہ افطار رہے ہیں وہ حرام کا نہ ہو دل میں کسی سے بغض، کدورت، حسد، نفرت نہ ہو، رمضان کے مہینے کو قید و بند کا مہینہ نہ سمجھا جائے، اس سے چھٹکارے کے لیے، جلد عید آنے کا انتظار نہ ہو، غرضیکہ ایسا خالص روزہ رکھیے، پھر دیکھیے "لعلکم تتقون" کا خدائی مقصد، کیسے پورا نہیں ہوتا۔

ہماری حالت میں کیسے تبدیلی نہیں آتی، جب انسان بیمار ہوتا ہے تو ڈاکٹر طاقتور غذاؤں کے استعمال کا مشورہ دیتا، گلی سڑی چیزوں سے پرہیز بتاتا ہے۔ پھر دوا دیتا ہے۔ جو اثر کرتی ہے۔ ہم سب بیمار ہیں، ایسے بیمار کہ اس سے پہلے کبھی ایسی بیماری کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ ہمارے لیے خالص غذا، نیکیاں ہیں۔ شریعت کی پابندی ہے برائیوں، بدکاریوں سے پرہیز ضروری ہے۔ پھر دوا روزہ ہے استعمال کیجیے ضرور اثر ہوگا، ضرور بیماری سے نجات ملے گی، مزید قوت و طاقت اور عزت و عظمت بحال ہوگی، اور عمل کی توفیق دے۔

وصلی اللہ تعالٰی علی رسول خیر خلقہ محمد وعلٰی آلہ واصحابہ

اجمعین۔

✻

"تیرھویں رات"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

روزہ، مسلمان کے اندر، صبر و مواساۃ کی خوبیاں پیدا کرتا ہے، اسی لیے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

وھو شھر الصبر والصبر	وہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا ثواب
ثوابہ الجنۃ۔ وشھر المواساۃ۔	جنت ہے۔ اور وہ باہمی ہمدردی کا
	مہینہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسلمان، دن بھر روزے کے احکام کی پابندی کر کے، اپنے نفس کی خواہش اور ضروریات کو کچلتا رہتا ہے اور اس طرح پورے مہینہ اس عمل سے مسلمان کو ہر تکلیف پہ ایذا، ہر پریشانی برداشت کرنے کی عادت ہوتی ہے اور یہی عادت مسلمان کی ایک بڑی خوبی ہے جو اس کے لیے دنیا کی زندگی کو سہل و آسان بنا دیتی ہے، جو لوگ ذرا ذرا سی تکلیف پر تڑپ جاتے ہیں۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی بہت ہی دشوار بن جاتی ہے لیکن مسلمان، بھوک، پیاس، بیماری، لوگوں کا غصہ، لوگوں کی گالیاں، سب ہی کچھ برداشت کرنے کا عادی ہوتا ہے، اسے جو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ اس کی زبان پر "انا للہ وانا الیہ راجعون" کا صبر، بھرا کلمہ ہی جاری ہوتا ہے۔ اس کی زبان سے، تکلیف کے وقت جب اس بات کا اعلان ہوتا ہے، کہ ہم اور یہ ساری دنیا اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، تو اللہ اپنے اس بندے پر اپنے رحم و کرم کا دروازہ کھول دیتا ہے، اس کی تمام تکالیف، کو دور کر دیتا ہے اور وہ اس دنیا میں اس گلاب کے پھول کی طرح ہو جاتا ہے۔ جس کی ٹہنی پر کانٹے

ہی کانٹے نظر آتے ہیں لیکن اس کی خوشبو، ہر ایک کو اپنی طرف کھینچتی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔	اے ایمان والو، صبر اور نماز سے مدد طلب کیا کرو، بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(پ ۲، بقرہ ۱۵۳)

یعنی مسلمان کے لیے، مصیبتوں سے چھٹکارا، دنیا کے ظاہری وسائل کا سہارا نہیں، بلکہ ان مصیبتوں پر صبر کرنا، ان کو برداشت کرنا اور خدا کو یاد کرنا ہے جب مسلمان یہ صحیح ذریعہ اختیار کرتا ہے، تو خدائے رحیم وکریم اس کا معاون ومددگار بن جاتا ہے اور یا تو ان مصیبتوں کو دور فرما دیتا ہے اور یا تو مسلمانوں کو ایسی قوت عطا فرماتا ہے کہ مصیبتوں کی سختی کے باوجود، وہ مطمئن نظر آتا ہے۔

ذرا، ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالیئے۔ حضور علیہ السلام صحابہ کرام ہمارے اسلام اور بزرگوں پر کیا کیا مصیبتیں نہیں آئیں، لیکن نہ تو وہ ان سے کبھی بے چین ہوئے اور نہ ہی ان کا مشن اور کام رکا، نبی کریم علیہ السلام کا حال یہ تھا کہ،

اذا احزبہ امر فزع الی الصلوٰۃ وتلا ھذہ الاٰیۃ۔ (روح البیان)	جب آپ کو کوئی پریشانی ہوتی تو نماز کی طرف آتے۔ اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے،

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

الصبر من الایمان، بمنزلۃ الرأس من الجسد۔	صبر ایمان کا ایسا ہی اہم حصہ ہے جیسے جسم کے لیے سر۔ (روح البیان)

نفس کو اس کی ناجائز خواہشوں سے روکنا صبر ہے۔ پیٹ اور شرمگاہ کی

خواہش کو حرام طریقے سے پورا نہ کرنا "عفت" ہے۔ مال و دولت کی ہوس سے رکنا "قناعت" ہے۔ غصہ پر قابو رکھنا "حلم" ہے اور یہ سب صبر کی ہی قسمیں ہیں اور مسلمان کے اندر ان تمام خوبیوں کا ہونا اس کے لیے، عزت و عظمت اور سکون کا ذریعہ ہے، پس مسلمان کو چاہیئے کہ وہ گناہوں سے صبر کرے۔ یعنی خود کو ہر اس کام سے روکے، جو شریعت کے خلاف ہو، خدا کی اور نبی کریم علیہ السلام کو اطاعت و فرمانبرداری پر صبر کرے یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پابندی کے لیے، رات کو جاگنا پڑے۔ دن کو بھوکا رہنا پڑے، گرمی یا سردی برداشت کرنا پڑے، دولت خرچ کرنا پڑے، وطن چھوڑنا پڑے۔ جو کچھ بھی ہو، صبر کرے لیکن اطاعت نہ چھوڑے، اور ہر مصیبت پر صبر کرے کہ بھوکا ہو، بیمار ہو، پریشان ہو لیکن واویلا، چیخ و پکار نہ مچائے۔

غرضیکہ، صبر کی خوبی پیدا کر لینا بے حد مفید ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت دشوار بھی ہے، اور کوئی بھی کمال یا کوئی بلند مرتبہ چاہے دنیا کا ہو یا دین، بغیر دشواری کے ملتا بھی نہیں، پس دشواری کے باوجود مسلمان کو صبر کا کمال حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے اور ہر وقت دعا کرنا چاہیئے۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا	اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل،
وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا	اور ہمارے قدم جمائے رکھ، اور کافروں
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔	پر ہماری مدد فرما،
	(پ ۲، بقرہ ۲۵۰)
رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا	اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے
وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۔	اور ہمیں اس حالت میں موت دے کہ ہم
	مسلمان ہوں۔ (پ ۹، اعراف ۱۲۶)

ہر مسلمان مرد و عورت کو یہ دعائیں یاد ہونا چاہئیں، کہ ہر نیکی کی توفیق دینے والا رب ہی ہے، صبر کی توفیق بھی وہی نصیب فرمائے گا، اور اس کا اجر بھی وہی عطا فرمائے گا، ارشاد فرمایا گیا۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔	صبر کرو اور نہیں ہے تمہارا صبر مگر اللہ ہی کی توفیق سے، (پ۱۴، نحل، ۱۲)

نبی کریم علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق "ثوابہ الجنۃ" صبر کا بدلہ جنت ہے جب صبر کرنے والے جنت میں داخل ہوتے ہوں گے، تو فرشتے، ان کے سامنے حاضر ہو کر اس طرح مبارکباد پیش کریں گے۔

سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ۔	سلامتی ہو، تم پر کہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا یہ گھر کس قدر عمدہ ہے۔

(پ۱۳، ، ۲۴)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ، قیامت کے دن، صبر کرنے والوں کو پکارا جائے گا، تو کچھ لوگ حاضر ہوں گے، انہیں حکم ملے گا۔ تم جنت میں چلے جاؤ، وہ تیزی سے جنت کی طرف چلیں گے، تو فرشتے انہیں روک کر کہیں گے کیا تم حساب سے پہلے ہی جنت میں جا رہے ہو، وہ جواب دیں گے، جی اپنے رب کی اجازت اور، اس کے فضل سے پوچھا جائے گا، تم کون ہو، وہ بتائیں گے، ہم صبر کرنے والے لوگ ہیں، پوچھا جائے گا تم نے کس طرح صبر کیا، وہ کہیں گے،

صبرنا انفسنا علی طاعۃ اللہ وصبرناھا علی البلاء و	ہم نے اپنے نفسوں کو، اللہ کی اطاعت پر قائم رکھا، اور اس کو نافرمانی سے بچائے

المحن فی الدنیا، فیقول لھم الملائکۃ، ادخلوا الجنۃ فنعم اجر العاملین۔

رکھا، اور ہم نے دنیا کی مصیبتوں پر صبر کیا پس فرشتے ان سے کہیں گے۔ تم جنت میں داخل ہو جاؤ، کہ نیک عمل کرنے والوں کا اجر بہت ہی اچھا ہوتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک شخص نے، ایک نہایت ہی قیمتی بلبل خریدی، جو خوب بولتی اور ہر وقت چہچہاتی تھی، ایک دن اس کے پنجرے پر آکر ایک طوطا بیٹھا اور کچھ بول کر اڑ گیا، اسی وقت سے بلبل نے بولنا چھوڑ دیا۔ وہ شخص حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی بلبل کا حال بیان کیا آپ نے پنجرا منگا کر بلبل سے اس طرح خاموش رہنے کی بوجہ پوچھی۔ بلبل بولی حضور میں اپنے وطن، جنگل اور آزادی کو یاد کر کے روتی ہوں، لوگ اسے گیت سمجھتے ہیں اور مجھ سے محبت کرتے ہیں، مجھے طوطے نے سمجھایا کہ تیری بے صبری ہی اس قید کا سبب ہے تو صبر کر، خاموش رہ تجھے آزادی مل جائے گی، لہٰذا اب میں نے صبر کر لیا، چیخنا، چلانا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت سلیمان نے مالک سے کہا یہ اب نہیں بول سکتی، مالک بولا، تو اب میں اس کو پال کر کیا کروں گا، میں تو اس کی آواز اور گانے کا عاشق تھا، اس نے پنجرہ کھولا اور بلبل کو آزاد کر دیا، اب وہ پھر بولی، کہ پاک ہے وہ رب، جس نے مجھے انڈے میں بنایا، ہوا میں اڑایا اور پنجرے میں صبر دے کر آزاد کرایا۔ (تفسیر نعیمی)

بہر حال صبر ایک عظیم خوبی ہے، مسلمان جب پورے مہینہ رمضان کے روزے رکھتا ہے اور پوری طرح شریعت کے احکام کی پابندی کرتا ہے تو روزہ اس کے اندر صبر کی قوت پیدا کر دیتا ہے اسی لیے نبی کریم علیہ السلام نے اس مہینہ کو "شہر الصبر" صبر کا مہینہ فرمایا، اللہ تعالیٰ، ان روزوں کی برکت سے ہمیں بھی یہ خوبی عطا فرمائے۔ آمین۔

چودھویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی الہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

ایک اور خوبی، جو مسلمان کو روزے سے حاصل ہوتی ہے وہ "مواسات" ہے اسی لیے نبی کریم علیہ السلام نے اس مہینہ کو "شھر المواساۃ" فرمایا۔

مواسات، باہمی ہمدردی کو بھی کہا جاتا ہے، اور اپنے رزق میں دوسروں کو شریک کر لینے کو بھی کہتے ہیں اور سخاوت کرنا بھی، مواسات ہی میں شامل ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ:۔

مسلمان آپس میں، ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا برتاؤ کریں۔

خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے، اس میں اپنے عزیزوں دوستوں اور غریبوں کو بھی شامل کریں۔

خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے اپنی، اپنے بیوی بچوں کی اور ہر ضرورت مند کی، ضرورت پوری کریں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا،

لا تحقرن من المعروف شیئا	تم کسی نیکی کو بھی معمولی (کم)، نہ سمجھو چاہے
ولو ان تلقی اخاک بوجہ	یہی ہو کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی
	کے ساتھ ملو۔

خلیق ۔

مسلمان کا، اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا بھی نیکی اور عبادت ہے، پس ہمیں چاہیئے کہ جب ہم اپنے کسی مسلمان بھائی کے سامنے آئیں تو ہمارے چہرے پر خوشی اور ہمارے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہو کہ ہمیں دیکھ کر ہمارا مسلمان بھائی بھی خوش ہو

جائے، یہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ کہ ہم کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کر دیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

الراحمون یرحمھم الرحمٰن	رحم کرنے والوں پر۔ رحمٰن رحم کرتا ہے
ارحموا من فی الارض	تم زمین والوں پر رحم کرو۔ تم پر آسمان والا
یرحمکم من فی السماء۔	رحم کرے گا۔ (ابوداؤد)

رحم کرنا ہی ہمدردی ہے، کہ جب تم کسی مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھو یا تمہیں اس کی کسی ضرورت کا پتہ چلے، تو کسی نہ کسی طرح اس کی مدد کرو، چاہے مال و دولت کے ذریعہ، یا ہاتھ پیر سے خدمت کے ذریعہ،

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ان الرفق لا یکون فی شیٔ الا زانہ	نرمی، جس چیز میں ہوتی ہے، اسے
ولا ینزع من شیٔ الا شانہ	خوبصورت بنا دیتی ہے، اور جس چیز سے
مسلم	نکال لی جاتی ہے۔ اسے عیب والا بنا دیتی ہے۔

دوسری حدیث بھی، ہماری ماں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی بیان کی کہ۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

من اعطی حظہ من الرفق اعطی حظہ	جس کو نرمی کا حصہ مل گیا، اسے دنیا و
من خیر الدنیا والاٰخرۃ ومن	آخرت کی بھلائی کا حصہ مل گیا اور جس کو
حرم حظہ من الرفق حرم حظہ	نرمی کا حصہ نصیب نہ ہوا وہ دنیا و آخرت
من خیر الدنیا والاخرۃ۔	کی بھلائی سے محروم ہو گیا (شرح السنہ)

ان دونوں حدیثوں میں۔ رفق، نرمی کا ذکر ہے، کہ جس طرح انسان اپنے لیے نرم اور ملائم چیز کو پسند کرتا ہے، اسی طرح خدا بھی، نرم اور ملائم بندوں کو پسند

کرتا ہے۔ اور جس مسلمان میں نرمی کی خوبی موجود ہے۔ تو اس کو دنیا اور آخرت دونوں ہی جگہ بھلائی عزت نصیب ہوگی اور جس میں یہ خوبی نہیں تو دنیا میں لوگ اس سے نفرت کرتے اور بھاگتے ہیں اور آخرت کی بھلائی سے بھی وہ محروم رہے گا۔ نبی کریم علیہ السلام چاہتے ہیں کہ ہم ان کے غلام اپنے اندر غلامی پیدا کریں اس طرح کہ جب کسی سے بات کریں، تو پیاری اور اچھی بات کریں، جب کسی سے کوئی کام کرانا چاہیں، تو محبت بھرے انداز میں کام کو کہیں۔

جب مسلمان، اپنے بیوی بچوں، عزیزوں، دوستوں اور ہر ایک سے نرمی کے ساتھ پیش آتا ہے اور نرم بات کرتا ہے، تو ہر ایک کا دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہر ایک اس کی عزت کرتا اور اس سے محبت کرتا ہے، اس کا ہر حکم ماننے اور اس کی ہر ضرورت پر کام آنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ اور جس مسلمان میں سختی ہوتی ہے، کہ وہ ہر ایک سے بُرا چہرہ بنا کر سخت انداز میں بات کرتا ہے تو لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے بیوی بچے تک اس کو پسند نہیں کرتے، پس مسلمان کو نرم زبان والا، نرم عادت والا بننا چاہیئے کہ وہ خود بھی دوسروں سے محبت کرے اور دوسرے بھی اس سے محبت کریں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

ان اللہ تعالیٰ یقول:	بے شک اللہ تعالیٰ، قیامت کے دن
این المتحابون	فرمائے گا، آپس میں دوستی رکھنے والے
بجلالی الیوم اظلہم	کہاں ہیں مجھے اپنی عظمت کی قسم، آج
یوم لا ظل الا ظلی۔	جبکہ میری رحمت کے سوا کوئی سایہ نہیں
(مسلم)	ہے۔ میں انہیں اپنی رحمت کے سایہ میں
	رکھوں گا،

یہ ان مسلمانوں کا ذکر ہے، جو ایک دوسرے سے، نرمی و محبت کے ساتھ ملتے ہیں اور آپس میں دوست بن جاتے ہیں، محبت کرنے لگتے ہیں، خدا بھی ان سے محبت کرتا ہے، اور قیامت کے دن انہیں خدا کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا پس اگر ہم، دنیا کی عزت اور آخرت کی نجات چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے دلوں کو نفرت، کینہ، حسد وغیرہ کی بیماریوں سے صاف کرکے، مسلمانوں سے محبت کرنا چاہیئے، آپس میں پیارے دوستوں کی طرح رہنا چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

قال اللہ تعالیٰ، انفق یا ابن آدم انفق علیک۔

اللہ فرماتا ہے۔ اے بندے تو لوگوں پر خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کردوں گا،

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔

آگ سے بچو، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خرچ کرکے،

یعنی نبی کریم علیہ السلام ہمیں تعلیم دے رہے ہیں کہ مسلمان کو اپنی دولت اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو صرف اپنا ہی نہ جاننا چاہیئے بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ خدا نے اسے جو کچھ دیا ہے۔ اس میں دوسرے کا حصہ بھی ہے۔ بیوی بچوں کا حصہ، رشتہ داروں کا حصہ، غریبوں، ضرورت مندوں کا حصہ، مُردوں کا حصہ۔ دین کی خدمت کا حصہ پس مسلمان کو چاہیئے کہ وہ سب کے حصے ادا کرے، جتنا وہ خرچ کرے گا، اتنی ہی برکت ہوگی۔ مال جمع کرنے سے بظاہر زیادہ نظر آتا ہے۔ لیکن اس میں برکت باقی نہیں رہتی ہے اور خرچ کرنے سے بظاہر کم ہوتا ہے، لیکن اللہ اس میں ایسی برکت پیدا فرما دیتا ہے، کہ کم مال میں بھی مسلمان کی ساری ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ نیز اگر مال جمع ہوتا ہے تو انسان پر زیادہ مصیبتیں آتی رہتی ہیں، لیکن مسلمان جب اپنی دولت

خرچ کرتا رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت سی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کر دیتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

يقول العبد مالي،	آدمی، میرا مال، میرا مال کہتا رہتا ہے
مالي، ان من ماله	جب کہ حقیقت میں اس کے مال میں
ثلث، ما اكل فافنى	صرف اس کی تین چیزیں ہیں، ایک وہ
او لبس فابلى او اعطى	جو کھائی اور ختم کر دی۔ دوسرے وہ کپڑا
فاقتنى، وما سوا	جو پہنا اور پرانا کر دیا، تیسرے وہ جو اس
ذلك فهو ذاهب و	نے اللہ کے لیے دیا اور آخرت کے لیے
تاركه للناس۔	جمع کر دیا باقی جو کچھ ہے وہ سب آدمی
(مسلم)	لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جانے والا ہے۔

بہرحال، مواسات مسلمانوں کی ایک ایسی خوبی ہے، جس کے ذریعہ اپنی دنیا کو بھی بہتر بناتے ہیں اور آخرت میں بھی اجر و ثواب پاتے ہیں رمضان کا مہینہ اور اس کے روزے خصوصی طور پر مسلمانوں کے اندر مواسات کا جذبہ پیدا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اس مہینہ مسلمان آپس میں میل و محبت کو ظاہر کرتے ہیں کاش جو میل و محبت ہمارے اندر اس مہینہ نظر آتا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے ہماری زندگی کا حصہ بن جائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

◆

پندرھویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

آپ سن چکے ہیں کہ رمضان کا مہینہ، صبر، مواسات اور ہمدردی کا مہینہ ہوتا ہے۔ اور جس گھر کے لوگوں اور جس قوم میں یہ خوبیاں موجود ہوتی ہیں، ان پر اللہ بہت ہی مہربان ہوتا ہے، کیوں کہ رب کو اپنے بندوں کا میل محبت اور ہر حال میں ہنسی خوشی رہنا بہت پسند ہے، جس کی ایک معمولی، مثال نبی کریم علیہ السلام کے ارشاد میں ملتی ہے، آپ نے فرمایا:۔

کُلُوْا جمیعًا ولا تفرقوا	سب مل کر کھاؤ، علیحدہ علیحدہ نہ کھاؤ
فان البرکۃ مع الجماعۃ۔	اس لیے کہ جماعت میں برکت ہوتی ہے۔
	(ابن ماجہ)

یعنی گھر میں ہوں یا دعوت میں اگر ہو سکے تو کئی مسلمان مل کر ایک ہی برتن میں کھائیں، ورنہ کم از کم ایک جگہ بیٹھ کر کھا لیا کریں کہ یہ خدا کی رحمت نازل ہونے کا ذریعہ ہے۔ غور کیجئے، ہم حضور علیہ السلام کے ارشاد پر کتنا عمل کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں تو اب ایک برتن میں کھانا تو درکنار، مسلمان بھائی کا بچا ہوا پانی یا کھانا بھی گندہ سمجھا جانا لگا، بلکہ ہم اس گلاس میں پانی پینا تک گوارا نہیں کرتے۔ جس میں کسی مسلمان بھائی نے ہم سے پہلے پیا ہو، حالانکہ حضور علیہ السلام کا تو فرمان ہے "مسلمان کا بچا، شفاء کا ذریعہ ہے۔"

خدا کی رحمت اور برکت نازل ہونے کے ذریعے وہی ہو سکتے ہیں، جو خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائے لیکن ہم ان تمام باتوں پر عمل کرنے کو معیوب

سمجھتے ہیں، اور پھر، روزی، رزق میں برکت نہ ہونے، طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا رہنے کا گلا، شکوہ کرتے ہیں، پھر اگر واقعی ہم، اپنی خالی جھولیاں، رحمتوں اور برکتوں سے بھرنا چاہیئے اور تکالیف سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو، سیدھے سادے، مسلمان بن کر رہیں، اور ان طریقوں کو اختیار کریں، جو نبی کریم علیہ السلام ہمیں بتا چکے ہیں،

غرضیکہ، صبر و مواسات، خدا کو بے حد پسند ہے، لہٰذا جب بندے رمضان کے مہینہ میں اس کی تربیت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر بڑا ہی مہربان ہوتا ہے اور اپنے کرم سے ان کی اہم ضرورت پوری فرما دیتا ہے، یعنی ان کے رزق میں برکت کر دیتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

وشہر یزاد فیہ رزق المؤمن۔	یہ وہ مہینہ ہے۔ جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔

مسلمان خدا ہی کی رضا کے لیے تو سارا دن بھوک پیاس پر صبر کرتا ہے، ہر ایک سے ہنسی خوشی ملتا ہے۔ ہر ایک ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کا جذبہ رکھتا ہے، تو کیوں نہ اس پر خدا کی طرف سے رزق کا دروازہ کشادہ ہوگا، اگر آپ غور کریں تو رمضان کے مقدس دنوں میں اس حقیقت کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ رمضان میں مسلمانوں کو جو نعمتیں میسر آتی ہیں۔ وہ عام دنوں میں نہیں مل پاتیں، افطار کے وقت کی نعمتیں، سحری کے وقت کی نعمتیں۔ دولت مند کا گھر ہو یا غریب کا، ان دنوں برکت ہی برکت سے بھرا رہتا ہے، لیکن یہ نعمتیں انی لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں جو رمضان کے احکام کی پابندی کرتے ہیں، اور وہ بدنصیب مسلمان، جن کے گھروں میں پتہ ہی نہیں چلتا، کہ رمضان ہے یا نہیں۔ ان پر خدا کی مزید پھٹکار برسنے لگتی ہے، اللہ معاف کرے،

حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق رمضان میں رزق کا زیادہ ہونا۔ اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ دولت میں برکت کا ذریعہ، نیکیاں، خدا اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ	اور جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے، اللہ
مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ	اس کے لیے نجات کا راستہ بنا دیتا ہے، اور
حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔	اسے وہاں سے رزق دیتا ہے، جہاں سے
	اس کو گمان بھی نہیں ہوتا (پ۲۸ طلاق۔ ۲، ۳)

یعنی جو لوگ گناہوں اور بدکاریوں سے بچتے رہتے ہیں، نیک اعمال کی پابندی کرتے ہیں سب سے بڑی قوت و قدرت والا خدا، ان کو مصیبتوں اور تکلیفوں سے بھی نجات دے دیتا ہے، اور ان کے لیے رزق کے ایسے اسباب پیدا فرماتا ہے، جن کا ان کو وہم و گمان تک نہیں ہوتا، یہ ہمارے اس رب کا وعدہ ہے جو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم رب پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اس کے وعدے پر ہم یقیناً کوئی بھروسہ نہیں کرتے، اسی لیے تو جب ہم پر مصیبت آتی ہے تو جھوٹ بول کر، رشوت دے کر لوگوں کی خوشامد چاپلوسی کر کے، غرضیکہ کسی نہ کسی طرح دولت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حلال وحرام کا خیال تک نہیں آتا۔ سود کا پیسہ ہو، یا ظلم وستم کے ذریعہ مارا ہوا، یتیموں کا مال ہو، یا غریبوں کا رشتہ داروں کا حق، اس کی کوئی پرواہ نہیں، صرف دولت آنا چاہیئے، پیٹ کی آگ کسی طرح بجھ جاتے۔ چاہے قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں۔

یہ ہے ہمارا حال، ظاہر ہے جب ہم نے خدا کے وعدے پہ بھروسہ نہ کیا حالت درست کرنے کا جو طریقہ مالک حقیقی نے بتایا، اس پہ کوئی دھیان نہ دیا تو ہم خود اپنے طریقوں سے جتنی حالت سدھارنا چاہتے ہیں، اتنی ہی برباد ہوتی

ہے، جتنا ہم خود کو بلند کرنا چاہتے ہیں اتنا ہی پست ہوتے ہیں، جتنی عزت تلاش کرتے ہیں اتنے ہی ذلت کی طرف بڑھتے جاتے ہیں، جتنی دولت کے لیے بھاگتے ہیں اتنی ہی غربت ہم پر مسلط ہوتی ہے۔

اور اگر ہم صرف اتنا کرلیں کہ مصائب و تکالیف دور کرنے اور آسانی سے رزق حاصل کرنے کے لیے ظاہری اسباب اختیار کریں لیکن صرف وہ جن کی شریعت نے اجازت دی ہے اور خدا کے وعدے پر پورا پورا یقین کرکے اپنے گناہوں سے توبہ کریں برائیوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کا عزم کریں اور پھر خدا سے اس کے فضل کی بھیک مانگیں، تو ہم آج جس اضطراب و بے چینی سے تڑپ رہے ہیں۔ یقیناً ہمیشہ کے لیے اس سے نجات نصیب ہو سکتی اور سکون کی زندگی میسر آ سکتی ہے، کہ ہمارے مالک کا فرمان ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ	اور جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے، تو وہ
مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا۔	اس کے کام میں آسانی پیدا فرما دیتا ہے۔

(پ۲۸، طلاق، ۴)

زندگی میں سہولت و آسانی کو حاصل کرنے کے لیے ہم نہ جانے کس کس سے بھیک مانگتے ہیں نہ جانے کس کس در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں، کیوں نہیں، رب کے اس وعدے پر بھروسہ کرکے دیکھتے، یقین جانو اگر سچے دل سے ایک مرتبہ مالک حقیقی کے دربار میں، سر رکھ دو، پھر دیکھو کیسی آسانیاں، کیسا سکون میسر آئے گا، اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ گذشتہ نقصان کی تلافی بھی ہوگی کہ اس کا وعدہ ہے۔

وَيَتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ	اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کی
سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا۔	برائیوں کو مٹا دیتا ہے، اور اس کا اجر
(پ۲۸ طلاق، ۵)	بڑا کر دیتا ہے۔

صرف مستقبل ہی نہیں سدھرتا، ماضی بھی پاک وصاف ہو جاتا ہے، پس آج کی عسیتوں کو دور کرنے، عزت وعظمت حاصل کرنے اور اس تنگ دنیا کو اپنے لیے پُر فضا بنانے کا واحد ذریعہ، برائیوں سے توبہ کرکے، نیکی کا راستہ اختیار کر لینا ہے، تو

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد فراخی عطا فرمادے گا۔ (پ۲۸، طلاق۷)

فراخی نصیب ہوگی، وقت میں، اولاد، رزق میں یہ زندگی ہر اعتبار سے فراخ ہو جائے گی۔ پس رمضان کا مہینہ جو اب بڑی تیزی سے گزر رہا ہے۔ خدا کی طرف ہمیشہ کے لیے رجوع کرنے کا مہینہ ہے، آئیے ہم ہمیشہ کے لیے گناہوں سے توبہ کریں ہمیشہ کے لیے شریعت کی پابندی اور نیکیوں کا عزم کریں۔ ہمیشہ کے لیے خدا کے وعدے پر بھروسہ کرلیں۔ اللہ توفیق وہمت دے آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

* * *

سولھویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلٰی آلہٖ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

رمضان المبارک کا سترھواں، دن اسلامی تاریخ کا نہایت ہی اہم دن ہے، اس دن جو واقعہ پیش آیا، اس کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ ہر سال اس مہینہ میں اس کو ضرور بیان کیا اور سنا جائے، یعنی، واقعہ ”غزوۂ بدر“ جو روزے کی فرضیت کے بعد پہلے ہی رمضان کی سترہ تاریخ سنہ ۲ھ جمعہ کے دن پیش آیا، قرآن کریم نے جن واقعات کو اپنے اوراق میں محفوظ کیا ہے۔ ان میں سے یہ بھی ہے، تاکہ قیامت تک مسلمانوں کے ذہن میں اس کی یاد تازہ رہے۔ پس آج کی رات ہم بھی اس واقعہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں، لیکن وقت کی مناسبت سے بہت مختصر، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ
وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ

بیشک اللہ تعالیٰ نے میدان بدر، میں
تمہاری مدد کی، حالانکہ تم بالکل کمزور تھے۔

(پ ۴، ال عمران، ۱۲۳)

بدر ایک کنوئیں کا نام ہے۔ جو مدینہ طیبہ سے تقریباً اسّی میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ کنواں چونکہ بہت مشہور تھا اس لیے اس کے آس پاس کی آبادی، دیہات کو بھی بدر کہا جاتا تھا۔ یہ دیہات اب بھی موجود ہے اور وہ میدان بھی ہے۔ جہاں یہ غزوہ ہوا تھا، خوش عقیدہ مسلمان مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے ”بدر“ بھی حاضر ہوتے ہیں کہ یہ باعث ثواب ہے اور امت مسلمہ پر ان شہید صحابہ کرام کا حق ہے۔ جنہوں نے اسلام کی حفاظت وبقا کے لیے، اپنی جانیں قربان کیں، خدا توفیق دے

تو آپ بھی حاضری دیں۔

خدا نے اسی میدان میں مسلمانوں کی مدد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ وَاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ۔ حالانکہ تم مزدور تھے۔ گویا قرآن یہ بتانا چاہتا ہے کہ کسی بھی میدان میں، فتح و کامیابی کا ذریعہ خدا کی مدد ہے، انسانوں کی اپنی ظاہری اور مادی قوت و طاقت نہیں، دیکھیے اس دن جبکہ مسلمان خدا کے دین کی حفاظت کے لیے دشمن کے مقابل کھڑے تھے تو بڑے کمزور تھے ہر ظاہری اعتبار سے کمزور تھے تعداد میں صرف تین سو تیرہ تھے، جبکہ دشمن نو سو پچاس (۹۵۰) کی نفری رکھتا تھا، سواری کے لیے صرف ستر اونٹ اور دو گھوڑے، چھ زرہ، آٹھ تلواریں تھیں جبکہ دشمن کے پاس سو گھوڑے، سات سو اونٹ بکثرت زرہ اور دوسرے ہتھیار تھے، کھانے کا بھی معقول انتظام نہ تھا، جبکہ دشمن خوب گوشت بازی کر رہے تھے، پس اگر انسان کا بنایا ہوا یہ اصول صحیح ہو کہ غلبہ مادی قوت و طاقت ہی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے تو غزوۂ بدر میں فتح کافروں کو ہونا چاہیے،

لیکن خدائے وحدہٗ لاشریک نے غزوۂ بدر میں کمزور، مسلمانوں پر کرم فرما کر ان کی مدد کر کے قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ بات تسلیم کر لینے کی عملی دعوت دے کہ کامیابی و کامرانی۔ خدا ہی کی مدد سے نصیب ہوتی ہے۔ صرف تم خود کو اس قابل بنا لو کہ خدا تمہاری مدد کرے۔

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا
وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ
مُّؤۡمِنِيۡنَ۔

اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو، تم ہی بلند ہو گے، اگر تم سچے مومن ہو۔
(پ ۴، آلِ عمران ۱۳۹)

یعنی مومن کامل ہونا۔ خدا کی طرف سے کامیاب و کامرانی کی ضمانت ہے۔ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے، وہ مومن کامل تھے، جو خدا کی مدد کے مقابلے، دنیا

کی ہر قوت کو کمزور اور خوار یقین کرتے تھے لہٰذا رب نے اپنے ان کمزور بندوں کی مدد کی اور خوب کی اس طرح کہ:۔

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ	اور جب تمہارا مقابلہ ہوا، تو اللہ نے
الْتَقَيْتُمْ فِيْ اَعْيُنِكُمْ	کافروں کا لشکر تمہاری نظروں میں کم کر دیا
قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ	اور تمہیں کم کر دیا، کافروں کی نظروں میں۔
فِيْ اَعْيُنِهِمْ ۔	(پ ۱۰، انفال ۴۴)

پہلی مدد اس طرح ہوئی کہ مسلمانوں کو کافروں کی تعداد، میدان جنگ میں، کم نظر آرہی تھی، تاکہ اللہ کے یہ بندے۔ دشمن کو دیکھ کر گھبرائیں نہیں اور کافروں کو، مسلمان کم دکھائے گئے۔ تاکہ وہ مسلمانوں سے ڈر کر، میدان جنگ چھوڑ نہ جائیں، کیونکہ حق و باطل کا فرق ظاہر کرنے کے لیے اس جنگ کا ہونا ہی ضروری تھا۔

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ	کافر، مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے،
رَاْيَ الْعَيْنِ ۔	دوگنا دیکھ رہے تھے۔ (پ ۳، آل عمران ۱۳)

دوسری مدد، یہ کہ جنگ کے دوران، بعض اوقات کافروں کو مسلمان، اپنے سے دوگنے نظر آتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان پر مسلمانوں کا ڈر، اور خوف طاری ہوتا رہا اور ان کی ہمتیں پست ہوتی گئیں۔

تیسری مدد کا ذکر ان آیات میں ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ	جب تم فریاد کر رہے تھے۔ اپنے رب
فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ	سے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی اور
مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ	فرمایا کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے
الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۔	مدد کرنے والا ہوں جو پے درپے آنے
(پ ۹، انفال ۹)	والے ہیں۔

میدان بدر میں جنگ کی رات، سب سوتے رہے۔ لیکن کائنات کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے اسلام کے دن سپاہیوں کے لیے فتح و کامرانی کی دعا کرتے رہے۔ صبح مسلمانوں کی صفوں کو درست کیا۔ جنگ کی تیاریاں مکمل ہوئیں تو پھر اللہ کے محبوب نے معبود حقیقی کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا۔

اللھم فنصرک الذی وعدتنی	اے اللہ اب تیری اس مدد کے ملنے کا وقت
اللھم ان تھلك ھٰذہ	آگیا ہے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا
العصابة الیوم، لاتعبد۔	ہے، اے اللہ اگر مسلمانوں کی اس چھوٹی سی
	جماعت کو تو نے ہلاک ہو جانے دیا تو پھر
	تیری بھی عبادت نہ کی جائے گی۔

امت کے مونس و غمگسار آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور آپ نے رب کی اجازت سے غلاموں کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا گھبراؤ نہیں آگے بڑھو خدا کے ایک ہزار فرشتے تمہاری مدد کے لیے آ رہے ہیں۔ اب کیا تھا۔ مسلمانوں نے پوری ہمت و جرأت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ شروع کر دیا۔ لیکن جنگ کے دوران ہی دشمن کی طرف سے یہ خبر مشہور ہوئی کہ کافروں کی مدد کے لیے ایک بھاری لشکر پہنچنے والا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کو کچھ تشویش ہوئی تو پھر نبی کریم علیہ السلام نے خدا کے ارشاد کے مطابق غلاموں کو مژدہ سنایا۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ	جب آپ فرما رہے تھے مسلمانوں سے
اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ	کیا تمہیں کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب
رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ	تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتوں سے
الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ۔	جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے اگر تم صبر
بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا	کرو، اور تقویٰ اختیار کرو، اور اگر کافر تم

وَيَأْتُوكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ
رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔
(پ ۴، ال عمران، ۱۲۴، ۱۲۵)

پر ایک دم مل کر حملہ کریں تو پھر تمہارا رب
پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد
کرے گا، جو نشان والے ہیں۔

یہ تیسری مدد کا ذکر ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کی دعا کو قبول فرمایا، اور اسلام کے سپاہیوں کی حسب ضرورت، ہزار تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں سے مدد کا وعدہ کیا اور جب جنگ پورے زور پر آئی تو ان فرشتوں نے اپنا کام پورا کیا کہ تلوار لگنے سے پہلے سر کٹتے نظر آئے، کچھ کافروں کے منہ اور ناک پر کوڑوں کے نشان نظر آ رہے تھے اور یہی فرشتوں کو خدا کا حکم تھا۔ (پ ۹، انفال ۱۲)

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔

پس تم مارو ان کی گردنوں پر اور چوٹ
لگاؤ ان جوڑوں پر۔

غور کیجئے کیسی زبردست مدد ہے، خدا کی طرف سے کہ دشمن پر مار پڑ رہی ہے اور اسے مارنے والا نظر نہیں آتا۔ اسی طرح وہ قوت و قدرت والا ہے اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ
يَّشَآءُ۔

اور اللہ جس کی چاہتا ہے، اپنی نصرت
سے مدد فرماتا ہے۔

حضرات محترم!

کل رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اس دن اہل بدر کو نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کرنے کے لیے قرآن خوانی فاتحہ اور کسی بھی طرح ایصالِ ثواب کا انتظام کیجئے اور رب سے دعا کیجئے کہ اے مولیٰ ہم بھی آج تیرے دشمنوں کے مقابلے میں کمزور و خوار ہیں ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے تجھ سے اہل بدر کی بھیک مانگنے اور تیری مدد طلب کرتے ہیں مولا اہل بدر کے صدقہ میں ہماری مدد فرما کہ ہم ذلت و خواری سے محفوظ رہیں۔ آمین

سترھویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرات محترم!

خدا کی طرف سے اہل بدر کی چوتھی مدد اس طرح ہوئی کہ:

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْہُ۔

جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ تمہیں اس سے آرام نصیب ہو۔ (پ ۹، انفال، ۱۱)

کبھی آپ نے سنا ہے کہ جن لوگوں کو صبح دشمن کے مقابلے پر آنا ہو، وہ رات کو آرام سے سو سکیں۔ جنگ کے تصور ہی سے بڑے بڑے بہادروں اور سورماؤں کی کئی کئی رات پہلے نیند حرام ہو جاتی ہے، لیکن خدا چاہے تو اپنے بندوں کے دل سے خوف و ہراس کو دور کر دے۔ میدان بدر میں کفار تو ساری رات اپنی ظاہری قوت کے فریب میں مبتلا ہو کر مستیاں کرتے رہے لیکن خدا نے مسلمانوں کو ایسی میٹھی نیند سلایا کہ جب وہ بیدار ہوئے تو بالکل تازہ دم اور مطمئن نظر آتے تھے۔ کیا اللہ کا یہ کرم ہوا، اسی کے بعد خدا نے اپنی ایک اور مدد کا ذکر فرمایا۔

وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۔

اور اس کی طرف سے تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی نجاست کو دور کر دے۔ اور مضبوط کرے تمہارے دلوں کو اور جمادے تمہارے قدموں کو،

(پ ۹، انفال، ۱۱)

یہ اہل بدر کے ساتھ پانچویں مدد تھی۔ کہ وہ میدان جنگ میں پانی کی قلت، گرمی کی شدت اور ریتلی زمین کی وجہ سے گھبرا رہے تھے، کبھی کبھی تو ایسے شیطانی وسوسے پیدا ہونے کہ ان کے قدم اکھڑے جاتے تھے کہ میدان سے بھاگ جانے کا ارادہ ہونے لگتا تھا۔ پس اللہ نے اپنے دین کے سپاہیوں کی ایسی مدد کی کہ رات ہی کو زبردست بادل آیا اور خوب پانی برسا۔ صحابہ نے گڑھے کھود کر تالاب بنا لیے کہ ضرورت کے لیے پانی جمع رہے گرمی کی سختی سے نجات مل گئی ریتلی زمین جم کر چلنے کے قابل ہو گئی اب کیا تھا خوشی کی ایک لہر تھی۔ خدا کے فضل پر حمد و شکر تھا اور دشمن کے مقابلے کے لیے قدم جم گئے تھے۔ دل بڑھ گئے تھے، شوق شہادت سے ہر کسی کا چہرہ چمک رہا تھا۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔

اور اے محبوب نہیں پھینکی، آپ نے وہ خاک جب آپ نے پھینکی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ (پ ۹، انفال، ۱۷)

اس آیت میں خدا کی طرف سے اہل بدر کی چھٹی مدد کا ذکر ہے کہ دوران جنگ نبی کریم علیہ السلام نے، ایک مٹھی خاک کفار کی طرف پھینکی، کافروں کا لشکر پھیلا ہوا تھا، کوئی کہیں کھڑا تھا۔ کوئی کہیں بیٹھا تھا، کوئی میدان میں تھا، کوئی خیمہ کے اندر تھا۔ خدا نے اپنے محبوب علیہ السلام کا یہ معجزہ ظاہر فرمایا کہ ایک مٹھی خاک ہر ہر کافر کی آنکھوں تک پہنچ جائے۔ سب کی نظریں دھندلا گئیں، جب سے دشمن ایسا خوفزدہ اور پریشان حال ہوا کہ سوا بھاگنے کے کوئی چارہ نہ رہا نہ سامان سمیٹنے کا ہوش، نہ ہی اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھانے کا ہوش رہا۔

غرضیکہ، غزوۂ بدر حق و باطل کی وہ جنگ ہے جس میں اسلام کی حقانیت کے ثبوت کے لیے خدا نے اپنے کامل مومن بندوں کی خاص مدد فرمائی اور اعلان

بھی فرمایا۔ (پ ۹، انفال ۱۷)

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۔	پس تم نے انہیں نہیں قتل کیا، بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔

فتح و نصرت خدائی کے قبضہ و قدرت میں ہے، جب وہ چاہتا ہے اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ، وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؟ (پ ۴، آل عمران ۱۶۰)	اگر، اللہ تمہاری مدد فرمائے، تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو، کون اس کے بعد تمہاری مدد کر سکتا ہے۔

غزوۂ بدر ہمیشہ کے لیے کفار کی ذلت و خواری کا نشان اور اسلام کے عظمت و حقانیت کا اعلان بن گیا، اس غزوے میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد دنیا کی نظریں کفر سے ہٹ کر اسلام کی طرف اٹھنے لگیں۔ دشمنوں نے پوری قوت سے اس کو دبانا چاہا لیکن یہ ابھرتا، پھیلتا ہی چلا گیا، دوستوں نے عاشقوں نے مزید خلوص و محبت اور جذبہ سے اس کی اشاعت و تبلیغ کا کام کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ جانے ضلالت و گمراہی کے کتنے طوفان آئے، اسلام کی شمع آج تک روشن ہے اور قیامت تک یہ نور اسی طرح چمکتا رہے گا۔

غزوۂ بدر کے دوران جو واقعات پیش آئے وہ نہایت ایمان افروز ہیں، وقت اجازت نہیں دیتا کہ سب کو بیان کیا جائے صرف ایک عشق بھری کہانی سن کر اپنا ایمان تازہ کر لیجئے۔

نبی کریم علیہ السلام جنگ کے لیے لائنیں سیدھی فرما رہے ہیں کہ آپ اپنے ایک عاشق حضرت سواد انصاری رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے، ان کا پیٹ کچھ بڑھا تھا۔

جولائن سے باہر نکلا نظر آرہا تھا آپ نے ان کے پیٹ پر اپنی چھڑی مارتے ہوئے فرمایا "استو یا سواد" اے سواد سیدھے کھڑے ہو جاؤ، بس سواد کو تو بڑا ہی اچھا موقع ہاتھ آیا بولے یا رسول اللہ آپ نے بلاوجہ میرے پیٹ پر چھڑی ماری ہے میں تو ابھی آپ سے اس کا بدلہ لوں گا، حضور علیہ السلام نے سواد کی بات سنتے ہی اپنا کرتا اٹھاتے ہوئے فرمایا اے سواد لو، میرا پیٹ حاضر ہے، تم اپنا بدلہ لے لو، اسی چھڑی سے مار لو، حضرت سواد نے دوڑ کر آپ کے مبارک پیٹ کو چوما اور آپ سے چپٹ گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے سواد یہ کیا ہے۔ تم تو اپنا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ سواد عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اس وقت میں میدان جنگ میں ہوں کیا پتہ موت کا وقت آجائے اور میں شہید ہو جاؤں، بس میرے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ میرا جسم آپ کے جسم مبارک سے چھو جائے، خدا نے مجھے یہ موقع نصیب فرمایا مجھے یقین ہے کہ اب میرے جسم پہ جہنم کی آگ حرام ہوگئی، پس جو میرا مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ میں اپنا بدلہ معاف کرتا ہوں، سبحان اللہ کیسا عشق و محبت بھرا ایمان تھا صحابہ کرام کا رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

غزوۂ بدر میں کافروں کے ستر (۷۰) آدمی قتل ہوئے، جن میں اکثر ان کے سردار اور اس جنگ کی روح تھے جیسے ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ابوالبختری، امیہ بن خلف وغیرہ یہ سب نہایت ہی ذلت و خواری سے مارے گئے، ابوجہل کافروں کا بڑا سردار سمجھا جاتا تھا۔ نہایت، متکبر، مغرور اور حضور علیہ السلام کا، اسلام کا بدترین دشمن تھا، لیکن اس خبیث کو دو نوجوان لڑکوں حضرت معوذ اور حضرت معاذ نے قتل کر ڈالا ان سرداروں کے مرجانے کے بعد کافروں کو زبردست شکست ہوئی کہ وہ اپنا مال و اسباب اور اپنے مردے چھوڑ کر بھاگے، ستر (۷۰) کافروں کو مسلمانوں نے گرفتار بھی کر لیا۔

اسلامی لشکر سے صرف چودہ صحابہ کرام شہید ہوئے۔ ان میں سے تیرہ تو میدان بدر ہی میں دفن ہیں۔ حضرت عبیدہ بن حارث، جو شدید زخمی ہوئے تھے میدان بدر سے واپسی میں، مقام صفراء میں فوت ہوئے لہٰذا ان کی قبر شریف وہیں ہے۔ میدان بدر میں جو شہداء دفن ہیں، افسوس کہ آج ان کی قبروں کے نشان تک نظر نہیں آتے۔ یہ ہم مسلمانوں کی بدنصیبی ہے کہ جنہوں نے اسلام کے پودے کو اپنے خون سے سینچا ہم ان کی قبروں تک کی حفاظت نہ کر سکے، ہماری موجودہ ذلت وخواری کا سبب ہمارا یہ جرم بھی ہے۔ دنیا کی قوموں کا تو حال یہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی یادوں کو پتھروں ہی کے ذریعہ باقی رکھنے کی کوشش کرتی ہیں، لیکن ہم کیسے ظالم ہیں، کہ شہیدوں یعنی زندوں کی یادوں کو بھی باقی نہ رکھ سکے، کہ جن سے یقیناً فیض جاری رہتا۔

بہر حال غزوۂ بدر کے واقعات سے ہمیں جو کچھ حاصل ہوتا ہے۔ اس میں اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ، خدا اپنے مخلص، متقی اور نیک بندوں کی ضرور مدد فرماتا ہے۔ اور دنیا کی بڑی سے بڑی قوت پر ان کو غالب کر دیتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔	اے ایمان والو، اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا، اور تمہارے قدم جما دے گا،

(پ ۲۶، محمد، ۷)

خدا کا یہ وعدہ، قیامت تک کے اہل ایمان سے ہے، جب بھی مسلمان، خدا کے دین کی مدد کے لیے، خدا ہی کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے آگے بڑھتا ہے۔ خدا اس کی مدد کرتا ہے۔ اور اس کے قدم ایسے مضبوط کر دیتا ہے۔ کہ دنیا کی کوئی قوت ان کو ہلا نہیں پاتی، پس ضرورت ہے کہ غزوۂ بدر کی یاد تازہ کرتے

چاہئے کہ ہم اپنے کردار اور اپنے حال پر غور کریں کہ آج بھی ہم، مصائب و آلام اور ذلت و خواری کے طوفان میں، کچھ کم نہیں پھنسے، لیکن خدا کی مدد ہمیں کیوں نصیب نہیں ہوتی، صرف اسی لیے کہ ہم دنیا کے سہاروں ہی کو حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں اور خدا کے وعدوں پر۔ ہم نے بھروسہ کرنا چھوڑ دیا ہے، خدا کرے کہ رمضان کے اس مقدس مہینہ کی برکت سے، ہماری حالت بدل جائے۔ اور خدا کی مدد نصیب ہو جائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و

اصحابہ اجمعین

◆

اٹھارھویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

حضرات محترم!

برکتوں اور رحمتوں بھرا یہ مہینہ بڑی تیزی سے گزر رہا ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

وھو شھر اولہ رحمۃ و	وہ ایسا مہینہ کہ اس کے شروع میں رحمت
اوسطہ مغفرۃ و اخرہ	بیچ میں بخشش۔ اور آخر میں آگ سے
عتق من النار۔	آزادی ہے۔

یعنی نبی کریم علیہ السلام نے رمضان المبارک کو تین عشروں میں تقسیم فرما کر بتا دیا کہ پہلا عشرہ، پہلے دس دن خدا کی رحمت کے نازل ہونے کے دن ہیں، اور دوسرا عشرہ دوسرے دس دن خدا کی طرف سے گناہوں کی بخشش کے دن ہیں، اور تیسرا عشرہ آخری دس یا نو دن، آگ سے گناہ گاروں کی آزادی کے دن ہیں۔

حضور علیہ السلام کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ رمضان کے پہلے دس دن میں جو مسلمان روزوں اور تراویح کی پابندی کرتے رہے اور ان کا یہ عمل جاری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دوسرے عشرے میں ان کے بے شمار گناہوں کو، ان کے نامہ اعمال سے مٹا دینے کا حکم دیتا ہے اور پھر رمضان کے آخری دنوں میں ان کے جنتی ہونے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

پس آج سترہ روزے ہو جانے کے بعد گناہوں کی بخشش و معافی کا یہ عشرہ تین دن بعد ختم ہو رہا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کی ایک قسم تو وہ ہے جس کو صغیرہ، یعنی چھوٹے گناہ کہا جاتا ہے، یہ چھوٹے گناہ اللہ اپنے فضل و کرم سے

ہماری نیکیوں کے ذریعہ معاف فرما دیتا ہے۔ مثلاً جب ہم وضو کرتے ہیں تو ہمارے اعضائے وضو کے گناہ وضو کے پانی کے ساتھ دھل جاتے ہیں۔ ایک نماز سے دوسری نماز تک ہم جو گناہ کرتے ہیں وہ نماز پڑھنے سے معاف ہو جاتے ہیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم جو گناہ کرتے ہیں وہ نماز جمعہ ادا کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں یہ سب صحیح اور حق ہے، لیکن یہ چھوٹے گناہوں کے متعلق خوشخبری ہے۔ اور گناہوں کی دوسری قسم، گناہ کبیرہ، بڑے گناہ ہیں، یہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، توبہ کی جائے۔ خدا کے دربار میں خوب رویا جائے، پھر وہ فضل فرمائے تو گناہ کبیرہ معاف کر دے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ (پ ۲۸ المجادلہ ۲)

بیشک اللہ بہت درگزر فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے،

بلاشبہ ہمارا رب بڑا ہی فضل و کرم والا ہے لیکن ماں بچے کو دودھ کب دیتی ہے، اگر وہ نہ روئے باپ بچے کی ضرورت اس کے مانگے بغیر پوری نہیں کرتا، جب چھوٹا بڑے سے مانگتا ہے تو بڑے کو خوشی ہوتی ہے، رب کریم تو بغیر مانگے بھی بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہے، لیکن وہ چاہتا ہے۔

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (پ ۱۸، نور ۳۱)

اور اے ایمان والو، سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

توبہ، رجوع کرنے خدا کی طرف لوٹنے اور توجہ کرنے ہی کو کہا جاتا ہے، شریعت کے مطابق، برائیوں کو ہمیشہ کے چھوڑ کر شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا، خدا سے وعدہ کرنا اور گناہوں کی معافی چاہنا توبہ ہے، پس خدا ہم سے چاہتا ہے کہ ہم در در سے بھیک مانگنے اور نامراد ہونے کی خواری سے باز آ جائیں، خدا کی طرف رجوع کر لیں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اختیار کر لیں، تو یقیناً

ہم بامراد کامیاب وکامران ہوجائیں گے، مزید ارشاد فرمایا گیا۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ	اللہ سے بخشش مانگا کرو، بے شک اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	بڑا ہی بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

اس کی شان تو، اپنے بندوں کو بخشنا اور ان پر رحم فرمانا ہی ہے لیکن بندے بھی تو بندگی کا اظہار کریں، کہ اس سے بخشش طلب کیا کریں، توبہ صرف گناہوں کی معافی ہی کا ذریعہ نہیں، بلکہ توبہ کرنے والوں پر خدا کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ	اے میری قوم اپنے رب سے مغفرت
تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ	طلب کرو پھر رجوع کرو اس کی طرف،
عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ	تو وہ تمہارے لیے آسمان سے موسلادھار
قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا	بارش نازل کرے گا، اور تمہیں پہلے زیادہ
مُجْرِمِيْنَ ۝ (پ ١٢، ھود، ٥٢)	قوت والا کر دے گا، اور جرم کرتے نہ پھرو

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو خدا کا یہ حکم سنایا تھا۔ قرآن کریم کے ذریعہ اس کو ہم تک پہنچایا گیا تاکہ ہم بھی اس پر عمل کریں۔ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں اور اس کے احکام کی پابندی کا وعدہ کرکے اپنی پوری توجہ اسی کی طرف رکھیں۔ پھر دیکھیے کیسی رحمت باری نازل ہوتی ہے۔ نہ پانی کی کمی ہوگی، نہ غذا کی نہ ہم دوسروں کے مقابلے میں کسی اعتبار سے کمزور نظر آئیں گے۔

بہرحال، طلب مغفرت اور توبہ کرنا، مسلمان کی بندگی کا تقاضا ہے اور گناہوں کا بخشنا اور توبہ قبول کرنا۔ مالک کا فضل وکرم ہے۔ پس ہمیں ہر وقت توبہ کرنا چاہیے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ رمضان کے یہ درمیانی دس دن تو خدا کی طرف سے بخشش اور گناہوں کی معافی ہی کے دن ہیں، لہٰذا ان دنوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جاتے حضور علیہ السلام کا فرمان ہے، رمضان کا درمیانی

عشرہ بخشش ومغفرت کے لیے خاص ہے، ہم کس قدر خوش نصیب ہوں گے کہ خدا کے دربار میں توبہ کرنے والوں میں ہمارا نام شامل ہو اور ان دنوں کی برکت سے ہماری توبہ بھی قبول ہو جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر سچے دل سے ہم اپنے گناہوں پر نادم وشرمندہ ہو کر توبہ کریں تو وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ اس کا وعدہ ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔	اور جو کوئی بُرا کام کرے، یا اپنے آپ پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو بڑا بخشنے والا، رحم فرمانے والا پائے گا۔

خدا کا وعدہ حق ہے۔ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن شرط یہ ہے جب ہم توبہ کریں تو اپنے گناہوں پر ایک مجرم کی طرح نادم وشرمندہ ہوں، دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کریں اور جس قدر ممکن ہو اپنے گناہوں کا خدا کے دربار میں جلد اعتراف کرلیں۔ اللہ فضل وکرم فرمائے گا اور توبہ قبول ہو گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ایسے دیر کرنے والے ہلاک ہو گئے جو کہتے ہیں کہ ہم کچھ عرصہ بعد توبہ کرلیں گے۔

حضرت ابن عباس ہی فرماتے ہیں کہ انسان چاہتا ہے کہ گناہوں کو بڑھاتا رہے اور توبہ میں تاخیر کرتا رہے۔ وہ کہتا ہی رہتا ہے کہ عنقریب توبہ کرلوں گا کہ اسے موت آجاتی ہے اور بدترین حالت میں آتی ہے۔

حضرت مجاہد نے فرمایا، وہ شخص ظالم ہے جو صبح شام توبہ نہ کرے۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہا۔ پیارے بیٹے توبہ، کل پہ نہ ٹالنا۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آکر دبالے اور توبہ کا وقت ہی نصیب نہ ہو۔

غرضیکہ ہم سب گناہگار ہیں لیکن خوش نصیب ہیں کہ رمضان کی رحمتوں کے سایہ میں ہیں۔ اور آج اٹھارھواں روزہ ہے نہایت مناسب بات ہے، توبہ کے لیے خدا کے دربار میں رونے گناہوں کی بخشش مانگنے کے لیے۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ توبہ کرنے والا شخص ایسا ہے۔ جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں، کتنا فضل ہے خدا کا کہ گناہگار بندے اس کے دربار میں حاضر ہو کر معاف طلب کر لے، شرمندہ و شرمسار ہو جائے، تو وہ رب اس کو گناہوں کی نجاست سے ایسا پاک و صاف فرما دیتا ہے جیسے کبھی اس بندے پر کسی گناہ کا داغ تھا ہی نہیں خدا ہمیں توبہ کی توفیق بخشے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

⁂

انیسویں رات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

اعتکاف کے معنی ٹھہرنا ہیں، مسجد میں عبادت کی نیت سے ٹھہرنے کو شرعی اعتکاف کہا جاتا ہے، یہ بھی خدا کی عبادت کا ایک ایسا طریقہ ہے جس میں مسلمان دنیا سے بالکل لاتعلق، الگ تھلگ ہوکر اللہ کے گھر میں صرف اللہ کی یاد میں متوجہ ہوجاتا ہے اس کی تاریخ بھی روزے کی طرح بہت پرانی ہے قرآن کریم میں حضرت ابراہیم واسمٰعیل کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَهِدْنَآ إِلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْمٰعِيْلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ (پ۱، بقرہ ۱۲۵)	اور ہم نے ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کو تاکید کی کہ میرا گھر خوب صاف ستھرا رکھنا طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کعبہ تعمیر کرکے فارغ ہوئے۔ یعنی اس زمانہ میں بھی خدا کی رضا کے لیے اعتکاف کیا جاتا تھا۔

روزے کے احکام بیان کرتے ہوئے خدا نے ہمیں بھی حکم دیا۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ۔ (پ۲، بقرہ ۱۸۷)	اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ، جب تم مسجدوں میں اعتکاف کررہے ہو۔

اعتکاف تین قسم کا ہوتا ہے، ایک اعتکاف فرض، یہ وہ اعتکاف جو کوئی شخص کسی کام کے پورا ہو جانے کے لیے مانے۔ یعنی نذر کا اعتکاف اس کی مدت کم از کم ایک دن اور ایک رات ہے اس میں روزہ رکھنا بھی شرط ہے۔ نذر پوری ہو جانے پر اس اعتکاف کا ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

دوسرا، اعتکاف نفل ہے۔ جس کو نفلی اعتکاف بھی کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ مسلمان جب مسجد میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرے اس کی کوئی مدت اور وقت مقرر نہیں اور نہ ہی اس کے لیے روزہ شرط ہے۔ اعتکاف کی نیت سے جتنی دیر مسلمان مسجد میں رہے گا۔ اس کو ثواب بھی ملتا رہے گا، اور اس کیلیے مسجد میں وہ کام کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔ جو اعتکاف کی نیت نہ کرنے والے کے لیے جائز نہیں، جیسے کھانا پینا، سونا اور دنیا کی ضروری باتیں کرنا، لیکن اعتکاف کی نیت کو حالت سفر میں مسجدوں میں ٹھہرنے کا ذریعہ بنا لینا اور ان سرائے کے طور پر استعمال کرنا جبکہ قیام کا دوسرا انتظام بآسانی ہو سکتا ہو، جائز نہیں ہے کہ یہ عبادت نہیں۔ بلکہ ایک عبادت کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنا ہے، جیسا کہ آجکل بعض لوگ کرتے ہیں کہ وہ سفر کی حالت میں مسجدوں میں ٹھہرنے اور سونے پر اصرار کرتے ہیں جبکہ آج کل ہوٹلوں اور سراؤں کی آسانی بھی موجود ہے اور اکثر جگہ تو مسلمان انہیں اپنے گھروں پر ٹھہرانا چاہتے ہیں پھر بھی یہ لوگ مسجدوں ہی کو سرائے کے طور پر استعمال کرتے ہیں، یہ مسجدوں کا غلط استعمال اور اللہ کے گھر کی بے حرمتی ہے۔

اعتکاف کی تیسری قسم اعتکاف سنت ہے۔ یہ وہ اعتکاف ہے جو رمضان کے آخری دس دنوں میں کیا جاتا ہے اس کے لیے روزہ شرط ہے یہ سنت کفایہ ہے یعنی اگر کسی بستی میں ایک مسلمان نے بھی اس سنت کو ادا کر لیا تو سب کی طرف

سے ادا ہو جائے گی اور سب کو ثواب بھی ملے اور اگر پوری بستی میں کسی شخص نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سب گناہگار رہیں گے، لہٰذا یہ سب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اعتکاف کا وقت آنے سے پہلے وہ کسی کو، اعتکاف کے لیے تیار کریں اور جو شخص اعتکاف کر رہا ہے وہ پوری جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے اعتکاف میں بیٹھا ہے اسے چاہیے کہ سب کے لیے دعا کرے اور جماعت کے لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نمائندے کی ہر طرح خدمت کریں، سب مل کر، اس کے کھانے پینے کا انتظام کریں، اس کے گھر والوں کی ضرورت کا خیال کریں۔ اس کے کاروبار وغیرہ کی حفاظت کریں، تاکہ ثواب میں پوری طرح شریک ہو سکیں۔

نبی کریم علیہ السلام، اعتکاف کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ۔

یعتکف کل عام عشرا فاعتکف عشرین فی العام الذی قبض۔ (بخاری شریف)	حضور علیہ السلام ہر سال دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے جس سال آپ کو دنیا سے تشریف لے جانا تھا، آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

کان یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان۔ فلم یعتکف عاما فلما کان العام المقبل اعتکف عشرین۔ (ترمذی شریف)	حضور علیہ السلام رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے، لیکن ایک سال کسی وجہ سے نہ کر سکے، تو آنے والے سال، آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اعتکاف بہت

پسند تھا، گویا اعتکاف ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ عبادت ہے جس کا یقیناً بے حد ثواب ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد عام لوگوں نے تو، آپ کی اس سنت پر عمل کیا ہی، اور آج تک کر رہے ہیں، لیکن خاص طور پر حضور کی یاد میں آپ کی ازواج، ہماری ماؤں نے اس سنت کی پابندی کی، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ۔ (مشکوٰۃ شریف)	حضور علیہ السلام رمضان کے آخر دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے پھر آپ کی بیویوں نے آپ کے بعد اعتکاف کیا۔

مسجد نبوی شریف میں، حضور علیہ السلام کے اعتکاف کی جگہ مقرر تھی۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ:-

لہ سریرہ • و ۱۳ ع استوانۃ التوبۃ۔ (ابن ماجہ)	آپ جب اعتکاف کرتے تھے، تو آپ کے لیے بستر بچھا دیا جاتا تھا، یا ستون توبہ کے پیچھے آپ کا تخت ڈال دیا جاتا تھا،

یعنی حضور علیہ السلام، ستون توبہ کے پیچھے اعتکاف فرماتے تھے، اسطوانہ توبہ ستون توبہ، مسجد نبوی شریف میں آج بھی موجود ہے۔ یہ وہ ستون ہے، جہاں حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو باندھا گیا تھا اور یہیں ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ مسجد نبوی شریف میں حاضر ہونے والے اس ستون کے قریب کھڑے ہو کر نفل

ادا کرتے۔ اور توبہ کرتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ، حضرت ابولبابہ کے صدقہ میں ہماری توبہ بھی قبول فرمائے گا، بہت ہی خوش نصیب ہے وہ مسلمان جس کو ایسی جگہ اعتکاف کی سعادت نصیب ہو جائے۔

کل، یعنی بیس رمضان بعد عصر، قبل مغرب اعتکاف کا وقت شروع ہو رہا ہے، ہماری مسجد میں جو لوگ اعتکاف کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کل انہیں نماز عصر ہی کے بعد اعتکاف کی نیت کر لینا چاہیئے اور پھر انشاء اللہ وہ نو یا دس دن بعد عید کے چاند کی اطلاع کے بعد مسجد باہر نکلیں، اللہ اعتکاف کرنے والوں کی اس عبادت کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی ثواب نصیب فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا
محمد وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

* * *

بیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

آج بیسواں روزہ ختم ہوتے ہی حضور علیہ السلام کی پسندیدہ سنت اور خدا کی عظیم عبادت اعتکاف کا آغاز ہو چکا۔ خوش نصیب ہیں ہمارے وہ بھائی جنہیں دنیا کے جھمیلوں سے نکل کر صرف خدا کی طرف توجہ اور اس کا ذکر وعبادت میں مصروف رہنے کا موقع نصیب ہوا وہ یقیناً ہم سے بہتر ہیں کہ اعتکاف کی مدت میں بہت سے برائیوں سے بچے رہیں گے اور بہت سی نیکیوں کا ثواب ان کو کیے بغیر پائیں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضور علیہ السلام نے معتکف، اعتکاف کرنے والے کے متعلق فرمایا۔

ھو یعتکف الذنوب ویجزی لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا۔	وہ گناہوں سے روکتا ہے اور اس کو دوسری کی طرح تمام نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

یعنی معتکف، غیبت، جھوٹ، چغلی، بری نظر، بری بات سننے اور اس ہی قسم کی تمام برائیوں سے خود بخود محفوظ ہو گیا، ہاں اب وہ اعتکاف کی وجہ سے کچھ نیکیاں نہیں کر سکتا، جیسے قبرستان کی زیارت، نماز جنازہ اور جنازہ میں شرکت بیمار کی مزاج پرسی، ماں باپ کی دیکھ بھال، مسلمانوں سے ملاقات اور اسی قسم کی نیکیاں، لیکن اگرچہ وہ ان نیکیوں کو نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ، اسے بغیر کیے ہی ان نیکیوں کا، پورا پورا ثواب عطا فرمائے گا، کیونکہ معتکف، رسول کی سنت ادا

ادا کرنے میں مصروف ہے پس، اعتکاف کرنے والے ہم سے افضل ہیں، ہم ان سے گزارش کرتے ہیں کہ اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھیں۔

اعتکاف، مرد و عورت دونوں کرسکتے ہیں۔ مرد کے لیے، مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری ہے یعنی اس جگہ جو نماز کے لیے مخصوص ہے۔ اگر کسی شخص نے وضو کی جگہ، یا امام کے کمرے وغیرہ میں اعتکاف کیا تو، اعتکاف نہ ہوگا، اور عورت گھر میں ہی نماز کے لیے ایک جگہ خاص کرکے اعتکاف کرے گی،

معتکف صرف وضو، غسل اور انسانی ضروریات کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے لیے مسجد سے نکلنا حرام ہے اگر نکلے گا، تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، حدود مسجد میں وضو کی جگہ بھی مسجد سے باہر ہے، یعنی معتکف یہاں بھی صرف وضو ہی کے لیے آسکتا ہے، ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا، نماز جنازہ میں جنازے میں شریک ہونے کے لیے بھی نکلنا جائز نہیں، اگرچہ نماز جنازہ، حدود مسجد میں اس جگہ پہ ہو جو مسجد میں شامل نہیں جیسے، مسجد سے ملا ہوا۔ یا اس کے نیچے کوئی ہال وغیرہ کسی بیمار کی عیادت کے لیے بھی مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، مسجد کے ایک کونے میں پردہ وغیرہ لگا کر معتکف کے لیے جگہ مخصوص کردینا چاہیئے۔

اور اگر مسجد میں لوگ موجود ہوں تو معتکف کو اپنی مخصوص جگہ رہنا چاہیئے، مسجد کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں سے ملاقات، ان کا حال معلوم کرنا اور ضروری بات کر لینا جائز ہے اگر ضروری ہو تو معتکف، تجارت وغیرہ کی گفتگو متعلقہ لوگوں سے مسجد میں رہتے ہوئے ہی کرسکتا ہے، لیکن اگر کاروبار کی دیکھ بھال کے لیے دوسرے لوگ موجود اور مقرر ہوں، جیسے مینجر وغیرہ تو بہتر ہے کہ معتکف، بالکل کاروباری معاملات سے علیحدہ رہے کہ اعتکاف درحقیقت نام ہی ہے۔ دنیا سے لاتعلق ہوکر، خدا کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے کا، پس معتکف کو جس قدر ممکن ہو،

دنیا کے معاملات سے علیحدگی اختیار کرنا چاہیئے۔ اگر مسجد میں غسل کا انتظام ہو تو وہیں غسل کرلے ، اور اگر انتظام نہ ہو تو صرف جمعہ کے غسل کے لیے گھر جا سکتا ہے ، روزانہ صفائی کے غسل کے لیے گھر جانے کی اجازت نہیں اور معتکف جب گھر جائے تو نہ تو راستہ میں کسی سے بات کرے ، صرف سلام کر سکتا اور سلام کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ہی گھر میں ایسے داخل ہو جیسے اپنے گھر آگیا بلکہ جس قدر ممکن ہو جلد اپنی ضرورت پوری کرے اور مسجد واپس ہو جائے یاد رہے کہ معتکف کو گھر جانے کی اجازت صرف اس صورت میں ہے جب کہ مسجد میں ، انسانی ضروریات پوری کرنے کا انتظام نہ ہو ، جیسا کہ بعض دیہات کی مسجدوں میں ہوتا ہے ، لیکن خدا کا شکر ہے کہ آجکل عموماً شہروں کی مسجدوں میں تمام ضروریات کا پورا پورا انتظام ہوتا ہے۔ لہٰذا معتکف کو کہیں جانے کی ضرورت پیش نہیں آسکتی معتکف سے عام مسلمانوں کو ملاقات کرنا اس کے پاس بیٹھنا بھی باعث ثواب ہے لیکن زیادہ دیر نہ بیٹھا جائے۔ اور دنیا کی غیر ضروری باتیں نہ کی جائیں ، بلکہ جتنی دیر بیٹھیں دین کی باتیں کریں ، معتکف جس جماعت یا بستی کے لوگوں کی طرف سے اعتکاف کر رہا ہے ان لوگوں کو ہر طرح اس کی ضروریات کا خیال رکھنا اور اس کی خدمت کرنا چاہیئے اور جب وہ اعتکاف سے فارغ ہو تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے سب کی طرف سے ایک اہم ذمہ داری کو پورا کیا ، اگر کسی شخص نے اعتکاف شروع کر کے توڑ دیا۔ یا وہ بھول کر مسجد سے باہر نکلا تب بھی اعتکاف ٹوٹ گیا۔ دونوں صورتوں میں اعتکاف کی قضا کرنا پڑے گی ،

اسلام میں ، اس عبادت کا مقصد درحقیقت ہر سال آبادی میں ایسے متقی و پرہیزگار لوگوں کا فراہم کرنا ہے ، جو پورے سال اپنی بستی یا اپنی جماعت کے لوگوں کو دین کی پابندی کی دعوت دیتے رہیں ، معتکف دس دن ، پوری خلوت ، تنہائی حاصل کرتا ہے

اور مسلمان جب خلوت میں عبادت کرتا۔ خدا کا ذکر کرتا ہے تو اس کی روحانی قوت زیادہ ہو جاتی ہے۔ عقل تیز ہو جاتی ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں اضافہ ہوتا ہے گویا دس دن بعد اعتکاف سے نکلنے والا شخص پوری طرح اس لائق ہوتا ہے کہ لوگ اس کو احترام کی نظر سے دیکھیں اور وہ لوگوں کی رشد و ہدایت کا کام کرے۔

اسی لیے، معتکف کو چاہیئے کہ وہ مدت اعتکاف کو آرام کا ایک موقع جان کر ضائع نہ کرے کہ دن رات صرف سوتا ہی رہے یا مسجد میں ٹہلتا رہے، بلکہ سونے اور آرام میں کم سے کم وقت ضائع کرے۔ ان دونوں کو وہ اپنی تربیت کے خاص دن جانے اور سخت محنت کرے، اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرے درود شریف کا ورد رکھے اور دینی معلومات بڑھانے کے لیے زیادہ سے زیادہ دینی کتابوں کا مطالعہ کرے، معتکف کو ان دس دنوں میں اپنی روحانی، اور علمی قوت اتنی بڑھانے کی کوشش کرنا چاہیئے کہ پورے سال وہ اپنی بستی یا جماعت کے لوگوں کو تبلیغ کرتا رہے اور انہوں نے رمضان المبارک میں عبادت کر کے جو برکتیں حاصل کیں، انہیں ضائع کر دینے سے بچائے۔

غرضیکہ روحانی قوت میں اضافہ کا ذریعہ ہے اور اس سے خدا کا قرب خاص بھی نصیب ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام، اعلان نبوت سے پہلے ہی غار حرا میں معتکف ہوئے، اور اسی طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اولیا کرام، چلہ کشی کرتے ہیں۔ یہ چلہ چالیس دن کا اعتکاف ہی ہوتا ہے، اللہ کے ولیوں کو جب بلندی کی طرف بڑھنا اور کسی اہم مذہبی ذمہ داری کو پورا کرنا ہوتا ہے تو وہ پہلے اعتکاف، چلہ کرتے ہیں جیسے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب ہندوستان کی ذمہ داریاں سنبھالنے تشریف لائے تو آپ نے لاہور میں داخل ہوتے ہی حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ کے مزار پہ چلہ کیا، پھر اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں اسی طرح جب کوئی ولی کامل

اپنے کسی مرید خاص کو کوئی ذمہ داری سونپتا ہے تو، اس کو چلہ کا حکم دیتا ہے، تاکہ اس میں ذمہ داری پوری کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

بہرحال اعتکاف صرف ایک رسم نہیں اور نہ ہی اس عبادت کا اثر صرف معتکف پر ہوتا ہے، بلکہ پوری بستی اور پوری جماعت کو اس کا ظاہری اور باطنی فائدہ پہنچتا ہے، پس اعتکاف کرنے والوں کو چاہیئے کہ پورے خلوص اور شریعت کی پابندی کے ساتھ وہ اس عبادت کو پورا کریں، اور پھر پورے سال اپنی آبادی میں دین کی خدمت کی ذمہ داری پوری کریں۔ اللہ اعتکاف کرنے والوں کے اعتکاف کو، بخیر و خوبی پیدا کرے ان کو اور ہمیں، اس عظیم عبادت کی پوری پوری برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی الہ و اصحابہ

اجمعین۔

* * *

اکیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

حضرات محترم!

یہ آپ جانتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ، خدا کی آخری کتاب، قرآن کریم کے نزول کا مہینہ ہے۔ جس کا اعلان خود قرآن کرتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ	رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا
فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ	جو لوگوں کو حق کا راستہ دکھاتا ہے اور
وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ	اس میں ہدایت کی روشن دلیلیں ہیں اور حق
الْفُرْقَانِ ۔(پ۲ بقرہ ۱۸۲)	و باطل کو علیحدہ علیحدہ کرنے والا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہم اور آپ تراویح میں پابندی سے قرآن کریم سن رہے ہیں اور اکثر حصہ سن چکے ہیں۔ اب ہم چند رات، قرآن کریم ہی کا تذکرہ کریں گے، تاکہ ختم قرآن سے پہلے کچھ معلومات حاصل ہو سکیں، جن کا ہر مسلمان کے لیے جاننا ضروری ہے۔

اللہ وحدہٗ لاشریک نے، انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے، اپنے رسولوں کے ساتھ اپنی کتابیں بھی نازل فرمائیں، تاکہ رسول ان کے ذریعہ اپنے امتیوں کو دنیا کی زندگی بسر کرنے کے طریقے سکھائیں، ایسے کاموں کے کرنے کا حکم دیں، جو خدا کی رضا کا ذریعہ ہوں اور ان کاموں سے بچنے کی تاکید کریں۔ جو مالک حقیقی کی مرضی کے خلاف ہوں، یعنی خدا کی کتابیں انسانوں کے لیے، دستور العمل، ضابطۂ حیات، قانون زندگی ہیں۔ جن کے معلم اللہ کے رسول ہیں،

رسول صرف خدا کی کتابوں کو بندوں تک پہنچانے والے نہیں بلکہ ان کو پڑھانے والے سکھانے والے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ رسول نہ تو دنیا کے عالموں سے، علم

حاصل کرتا ہے، اور نہ دنیا کی کتابوں سے، کہ دنیا کا علم رکھنے والے اور دنیا کے استادوں سے سیکھنے والے، خدا کی کتاب کے معلم اور استاد کیسے بن سکتے ہیں لہٰذا ان کو اپنی کتاب عطا فرمانے والا خدا، خود ہی ان کو علم سکھاتا اور ان کی تربیت فرماتا ہے، پس یہ علم میں ایسے بلند ہو جاتے ہیں کہ امت کا کوئی فرد، ان کے علم کا مقابلہ نہیں کر پاتا اور نہ ہی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ نبی کے علم کی حد کتنی ہے۔

رسول، خدا کی کتاب کا صرف زبانی معلم اور استاد نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ہر عمل اور اس کی ہر ادا، کتاب الٰہی، کی عملی تعلیم اور عملی نمونہ ہوتی ہے، اللہ فرماتا ہے۔

(پ ۲۱، الاحزاب ۲۱)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

بیشک تمہارے لیے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ السلام کے عادات و اطوار کے متعلق کسی نے معلوم کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ۔

کان خلقہ القرآن۔

کردار رسول، بس قرآن کے عین مطابق تھا۔

انسان کی ضرورت کے مطابق، خدا نے، ہر دور میں اپنی کتابیں نازل فرمائیں، حضرت داؤد علیہ السلام کو "زبور" دی گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "توریت" ملی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام "انجیل" لے کر آئے، چونکہ ان سب کتابوں پہ یقین کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا۔ لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ یہ اللہ کی کتابیں تھیں، لیکن یہ کتابیں ہمیشہ کے لیے نہیں، بلکہ خاص زمانہ اور اس وقت کے لوگوں کے لیے تھیں، جو رسول یہ کتابیں لے کر آئے۔ انہوں نے بھی کبھی یہ دعویٰ نہ کیا۔ کہ ان کی یہ کتابیں ہر دور کے انسانوں کے لیے دستور العمل ہیں۔ انہوں نے تو یہ بھی دعویٰ نہ کیا کہ ان کی رسالت عام ہے۔ اور وہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ بلکہ ان کتابوں نے نبی آخر الزماں

صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دی، اور ان رسولوں نے نہ صرف آپ کی نبوت کا اعلان کیا بلکہ ایک روایت کے مطابق ہر نبی کے امتی اپنے نبی کا کلمہ پڑھا کرتے تھے جبکہ نبی کا کلمہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ہوا کرتا تھا،

بہرحال ہم ہرگز شک نہیں کرتے کہ یہ سب کتابیں، اللہ ہی کی تھیں، لیکن محدود وقت اور مخصوص قوم کے لیے یہی وجہ ہے کہ آج یہ کتابیں اپنی اصلی حالت میں کہیں نہیں، نہ ان کی تاریخ کا پتہ ہے، نہ ان کے اصل نسخے کہیں پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ جس زبان میں یہ کتابیں نازل ہوئیں۔ وہ بھی زندہ نہ رہی، پس اب خدا کے بندوں کے پاس، خدا کی صرف ایک ہی کتاب ہے۔ جو خدا کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی، یہ ہی قیامت تک کے لیے، مسلمانوں کا ضابطۂ حیات اور دستور العمل ہے، یہ آج تک امت مسلمہ کے پاس، اصل حالت میں موجود ہے۔ اس کا ایک ایک حرف وہی ہے۔ جو خدا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، ہم خدا کی اس نعمت پر فخر کرتے اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب کو ہم میں اصل حالت پر محفوظ رکھا، ہم یقینا بڑے خوش نصیب ہیں۔
لیکن ہماری بڑی ذمہ داری ہے کہ اس عظیم نعمت کی قدر کریں اس طرح کہ اس کا احترام کریں، اس کا علم حاصل کریں اور اس پہ عمل کریں۔

قرآن دنیا کے اس حصہ عرب میں نازل ہوا، جو ہر اعتبار سے بنجر اور اجڑا ہوا تھا یہاں نہ کوئی تہذیب تھی، نہ یہاں کا کوئی تمدن تھا، نہ ان لوگوں کا کوئی عمل تھا۔ نہ کردار، کون نہیں جانتا کہ جس قوم میں قرآن نازل ہو رہا تھا۔ وہ جانوروں سے بدتر زندگی بسر کر رہی تھی۔ ان کے یہاں معزز ترین شخص وہ ہوتا تھا، جو سب سے بڑا قاتل ظالم، جواری یا شرابی ہو، ان کے یہاں عورتوں سے سوائے خواہش نفس کی تکمیل ہے کوئی دوسرا رشتہ ہی نہ تھا، غرضیکہ قرآن کا ماحول، جہالت، ظلم وستم بے حیائی،

بے شرمی، اور نہایت ہی غربت و تنگدستی کا ماحول تھا لیکن قرآن نازل ہوا، گویا بنجر زمین پر رحمت باری کی ایسی بارش ہوئی کہ اس کے کانٹے پھول بن گئے، اس کے پتھر، ہیرے جواہرات میں تبدیل ہو گئے، غیر مہذب انسان دنیا کو تہذیب کا پیغام دینے لگے، ظلم و ستم کرنے والے عدل و انصاف کا نمونہ بن گئے، اونٹ بکریاں چرانے والے، انسانوں کے رہبر و راہنما بن گئے۔ فاقہ کرنے والوں کے سامنے دولت کے انبار نظر آنے لگے، اپنے لیے دوسروں کو قربان کرنے والے، ایثار و قربانی کا پیکر بن گئے، غلام آقا ہو گئے کمزوروں کو قوت مل گئی، آپس میں سر پھٹول کرنے والے بھائی بھائی ہو گئے رنگ نسل زبان کے فرقوں میں بکھرے ہوتے۔ ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن گئے۔ عورتوں کو ذلیل و خوار جاننے والے ان کی عزت و عصمت کے محافظ ہو گئے، غرضیکہ قرآن کیا، آیا ایک انقلاب آیا۔ صرف اہل مکہ میں، اہل عرب میں نہیں بلکہ بنی نوع انسان میں انقلاب آیا۔

قرآن نے، ذہن و عقل کی سوچ کو بدلا۔ دلوں کی خواہشوں میں تبدیلی پیدا کی، انسانوں کے عزائم اور ارادوں کو پلٹ دیا۔ محبت اور نفرت کے اسباب اور طریقوں کو بتایا، دنیا والوں سے باہمی تعلق رکھنے اور ان کے حق ادا کرنے کا ڈھنگ بتایا، عبد اور معبود کے درمیان رشتے کو واضح کیا، دین و دنیا کا فرق اور اس سے تعلق کی تعلیم دی، انسانی کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں مل سکتا، جس پہ قرآن کا اثر نہ ہوا ہو۔

سوچیئے جو قرآن اتنا عظیم انقلاب بپا کر سکتا ہے اور بدترین قوم کو باعزت بنا سکتا ہے، کیا اس سے ہماری زندگی اور ہمارے حالات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی، قرآن ہر دور کے لیے اور ہر زمانہ کے انسانوں کی رہبری کا ضامن ہے۔ ہماری حالت بھی یقیناً بدل سکتی ہے، لیکن جو پیاسا پانی کا گلاس تک منہ سے نہ لگانا چاہے، اس کی پیاس کا آپ کے پاس کیا علاج ہو سکتا ہے، ہماری

حالت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ پیاسے تڑپ رہے ہیں، پیاس کا شکوہ کرتے پھرتے ہیں۔ ان کے پاس تو جاتے ہیں۔ جو خود پانی کے قطروں کو ترستے ہیں، لیکن ہمارے اپنے پاس پانی ہے، اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی ہم نہیں دیکھتے۔ شاید ہم نے اس پانی کو اتنا بیکار سمجھ لیا ہے کہ اس میں ہماری پیاس بجھانے کی قوت بھی نہ رہی نہیں ایسا نہیں۔ ہمارا قرآن آج بھی ہمارے اندر انقلاب پیدا کر سکتا اور دنیا سے ظلم و ستم اور جنگ کی آگ بجھا سکتا ہے صرف ضرورت ہے اس کو سمجھنے کی، اس پر غور کرنے کی اس کے دیئے ہوئے اصولوں کو اپنا کر زندگی بسر کرنے کی، اللہ عزوجل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

بائیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

قرآن کریم کے نزول کی ابتداء، غارِ حرا میں ہوئی کہ پہلی وحی اسی غار میں نازل ہوئی۔ اس وقت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال چھ مہینے کی ہو چکی تھی۔ تیئیس سال تک نزول قرآن کا سلسلہ جاری رہا، بلاشبہ یہ کلام ہے خدائے وحدہٗ لاشریک کا، اس کا لانے والا فرشتہ بڑی خوبیوں والا، معزز، محترم اور امانت دار ہے، حضور علیہ السلام کا جانا پہچانا، اور اس کلام کو لینے والے، محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نبیوں کے سردار آخری نبی ہیں، قرآن کریم خود ان حقائق کی وضاحت کرتا ہے۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

فرما دیجیے، نازل کیا، اسے روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے، حق کے ساتھ تاکہ ثابت قدم رکھے انہیں جو ایمان لائے ہیں اور یہ ہدایت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لیے (پ ۱۴، النحل ۱۰۲)

یہ سورۂ نحل کی آیت ہے، دوسرے مقام پر، سورۂ شعراء میں فرمایا جا رہا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ وَاِنَّهٗ

اور بے شک یہ کتاب رب العالمین کی اتاری ہوئی ہے، اسے لے کر روح الامین اترے ہیں (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے قلب پر، تاکہ آپ لوگوں کو ڈرانے

لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ۔	والے ہو جائیں۔ یہ ایسی عربی زبان میں ہے جو بالکل واضح ہے، اور اس کا ذکر پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی ہے،

(پ ۱۹ الشعراء ۱۹۲۔۱۹۶)

سورہ تکویر کی آیات سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ۔ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ	بیشک یہ قرآن معزز قاصد جبرئیل کا (لایا ہوا) قول ہے، جو قوت والا ہے مالک عرش کے یہاں عزت والا ہے (سب) فرشتوں کا سردار اور وہاں کا امین ہے، اور تمہارا یہ ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مجنون تو نہیں، اور بلاشبہ اس (رسول) نے اس قاصد (جبرئیل) کو روشن کنارے پر دیکھا ہے، اور یہ نبی، غیب بتانے پر، ذرا بھی بخیل نہیں، اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کا قول نہیں، پھر تم کدھر جا رہے ہو یہ صرف تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے، جو تم میں سے سیدھی راہ چلنا چاہے (پ ۳۰ التکویر ۱۹ تا ۲۸)

ان آیات مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ قرآن کریم نازل کرنے والا تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اس کو دنیا میں پھیلانے کا کام ایک ایسے فرشتے کے سپرد کیا گیا، جو روح القدس ہے۔ روح الامین ہے۔ بڑی قوت والا ہے، خدا کے نزدیک اس کی بڑی

عزت ہے، فرشتوں کا سردار اور فرشتوں میں نہایت ہی امانت دار ہے، جس پر یہ کتاب نازل ہوئی، اور جس کے وسیلے سے ہم تک پہنچے، اس سے فرشتے سے لینے کی روحانی قوت اور انسانوں کو، دینے سکھانے کی مادی صلاحیت سے پوری طرح نوازا گیا ہے۔ اس نے زندگی کے چالیس برس اہل مکہ میں بڑی عزت کے ساتھ امین، صادق کی حیثیت سے بسر کیے ہیں، اس کی زندگی کا یہ عرصہ دیکھنے والے ذرا بھی انصاف سے کام لیں۔ تو وہ اس کو مجنوں و دیوانہ تصور بھی نہیں کر سکتے، نہ ہی اس پر کاہن ہونے کا الزام لگا سکتے ہیں کیونکہ وہ غیب کی ایسی باتیں بتلاتے ہیں، جو کوئی عام انسان ہرگز نہیں بتا سکتا، جبکہ کاہن میں یہ کمال کہاں قرآن لانے والا فرشتہ، جبرئیل بھی۔ اس رسول کے لیے کوئی نیا نہ تھا، بلکہ وہ اس کو دیکھ چکے تھے، خوب جانتے اور پہچانتے تھے، یہ قرآن ایسی زبان میں آیا، جو نہایت صاف ستھری، بلیغ و فصیح زبان ہے، اس کے بولنے اور سمجھنے والے قیامت تک موجود رہیں گے، عربی سمجھنے والے، اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایسی زبان نہ تو کوئی مجنوں و دیوانہ بول سکتا ہے اور نہ ہی عام انسانوں کے بس کی بات ہے، اس کتاب الٰہی کو اس لیے نازل کیا گیا کہ رسول اس کے احکام بیان کرے، اس کی آیتیں سنا کر انسانوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائے اور اس کے فضل و کرم کا امیدوار بنائے اس آخری کتاب کا ذکر پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی موجود تھا،

پس اے خدا کے وجود پر یقین رکھنے والو، رسول کو پہچاننے والو، خدا کے قاصد رسول کے خادم جبرئیل کے مقام کو جاننے والو، سنو اور مانو،

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔ یہ قرآن کسی شیطان مردود کا قول نہیں۔

تو اب، تم کہاں، بھٹکتے پھرتے ہو، آؤ، رسول کے غلام بن جاؤ، ان سے قرآن سیکھو اور اس کے مطابق، اپنی زندگی بسر کرو، یہ قرآن تمام جہان کے انسانوں کے

لیے ہدایت ہے۔ جو ہدایت چاہتا ہے جو منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے، جو انسانوں جیسی زندگی گذارنا چاہتا ہے۔ قرآن موجود ہے۔ اس کو دستور العمل بنا لے، قرآن اس کی کامیابی کا ضامن ہے۔

بہرحال قرآن کریم نہایت معتبر و محتاط ذریعہ ہے، تیئس برس تک نبی کریم علیہ السلام پر نازل ہوتا رہا، پہلی وحی غارِ حرا میں نازل ہوئی جو سورۃ اقراء کی پانچ آیتیں ہیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ	آپ پڑھیئے اپنے رب کے نام کے ساتھ
خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ	جس نے (سب کو پیدا فرمایا، اس نے پیدا
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ	کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے پڑھیئے
عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ	آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا
مَا لَمْ یَعْلَمْ۔	قلم سے، اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ
	نہیں جانتا تھا۔ (پ ۳۰، العلق، ۱تا۵)

ان آیات کے نزول کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا، یہ دور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی یاد، اور اس کے کلام کے انتظار میں بڑے اضطراب و بے چینی کے ساتھ گزارا، پھر کلام الٰہی نازل ہونا شروع ہوا اور سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور پھر جب خدا چاہتا، یا جب خدا کے بندوں کو اس کے کسی حکم کا انتظار ہوتا، تو جبرئیل علیہ السلام کے دربار میں وحی لے کر حاضر ہو جاتے۔

یہ قرآن ہی کی برکت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مژدہ سنایا۔

من قام رمضان ایمانا	جو رمضان کی راتوں میں ایمان و
واحتسابا غفر له ما	اخلاص کے ساتھ عبادت کرے، تو اس
تقدم من ذنبه۔	کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

یعنی رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھی جائے۔ اس میں قرآن کریم سنا جاتے لیکن رسم کے طور پر نہیں بلکہ خلوص کے ساتھ، محبت کے ساتھ، تو اللہ، اپنا کلام سننے والوں کی مغفرت و بخشش فرما دیتا ہے، اے اللہ تو جانتا ہے کہ ہم تیرے کلام کو محبت و خلوص سے سن رہے ہیں، پس اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہمارے گناہوں کو بھی بخش دے، اور بقیہ زندگی، گناہوں اور برائیوں سے ہماری حفاظت فرما، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

* * *

تئیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

قرآن کے نازل ہونے کا اصل مقصد، بنی نوع انسان کی ہدایت ورا ہنمائی ہی ہے کہ وہ انسان کو زندگی کے اصول بتاتا اور ثابت کرتا ہے کہ اسی اصول زندگی کو اپنا ذریعہ فلاح وکامیابی ہے وہ اچھائی اور برائی کو، واضح طور پہ بیان کرتا، اور دونوں کا فرق ظاہر کردیتا ہے۔

شہر رمضان الذی	رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن
انزل فیہ القرآن ھدی للناس	اتارا گیا، یہ قرآن لوگوں کو حق کا راستہ دکھاتا
وبینت من الھدی والفرقان۔	ہے اور اس میں ہدایت کی روشن دلیلیں ہیں
(پ ۲، البقرہ ۱۸۵)	اور حق وباطل کو علیحدہ علیحدہ کرنے والا ہے

قرآن اپنے دعوے کو پوری طرح ثابت کرنے کے لیے دلائل بھی دیتا ہے تاکہ حق پوری طرح واضح ہو اور انسان کو ہدایت کا صاف صاف راستہ نظر آسکے، یہ ایک ایسا نور ایسی روشنی بن کر نازل ہوا جس سے گمراہی کا اندھیرا، ضلالت کی تاریکی چھٹ گئی اور انسان کو حق وباطل، اچھائی اور برائی کا فرق نظر آنے لگا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ	اے لوگو، تحقیق تمہارے پاس ایک
بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ	روشن دلیل (حضور علیہ السلام) آچکی، تمہارے
اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔	رب کی طرف سے، اور ہم نے تمہاری طرف
	کھلا ہوا نور (قرآن) اتارا۔
	(پ ۶، النساء ۱۷۵)

قرآن بلاشبہ نور ہے روشنی ہے، یہ نازل ہوا تو کفر و شرک، بدعملی و بدکرداری کا اندھیرا چھٹ گیا۔ تاریکی میں بھٹکنے والوں نے قرآن کی روشنی سے منزل مقصود کو پا لیا۔ بلاشبہ قرآن نور ہے روشنی ہے لیکن آنکھوں سے اندھا۔ روشنی کے باوجود بھی، راستہ نہیں پا سکتا، نور کتنا ہی چمکے اندھا ٹھوکریں ہی کھاتا رہتا ہے۔ اسی لیے قرآن کے متعلق فرمایا گیا۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۔

اللہ بہتوں کو اس سے گمراہ کرتا اور بہتوں کو اس سے ہدایت کرتا ہے۔ (پ۱، البقرہ ۲۶)

اس نور اور روشنی کے باوجود بھی لوگ گمراہ ہوتے ہیں کہ ان کے پاس آنکھیں نہیں، ان کی اپنی نظر کام نہیں کرتی۔ جس کے پاس آنکھ ہوتی ہے وہ تو نور کی کرن نظر آتے ہی، اپنی منزل کی طرف چل پڑتا ہے، قرآن کے نور سے راستہ پانے کے لیے آنکھ چاہیئے سر کی آنکھ نہیں، وہ تو ابوجہل کے پاس بھی تھی۔ ابولہب کے پاس بھی تھی، قرآن کے نور سے فیض حاصل کرنے کے لیے دل کی آنکھ چاہیئے۔ ایمان کی آنکھ چاہیئے، انصاف کی آنکھ، خالق و مالک کی تلاش کا جذبہ منزل حاصل کرنے کی تڑپ ہو تو قرآن کے نور سے راستہ نظر آتا ہے۔ ہدایت ملتی ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

ذریعہ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے۔

یہ وہی لوگ ہیں۔ جنہیں تاریکی کا احساس ستاتا ہے۔ اندھیرے میں ان کا دم گھٹتا ہے وہ نور کی کرن کے لیے بے چین رہتے ہیں اور جونہی یہ کرن چمکتی ہے وہ اپنی منزل کا رُخ کرتے ہیں۔ پس قرآن ان کی پوری طرح رہبری کرتا اور انہیں منزل تک پہنچانے کا ضامن بنتا ہے۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى
وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔

یہ ایک بیان ہے لوگوں کے لیے اور
ہدایت ہے اور نصیحت ہے پرہیزگاروں

کے لیے رہنما، العمران، ۱۳۸)

اس نور سے وہی قلب منور ہو گا، جن میں صلاحیت ہو، دیکھو، حضرت ابوبکر، خدیجہ، علی، زید ابن ثابت رضی اللہ عنہم نے اس نور سے اپنی منزل کو پالیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حالت کفر میں کفر پر بڑے سخت تھے، ننگی تلوار تان کر صاحب قرآن کا سر اتارنے چلے تھے، سورۂ طٰہٰ سے چند آیتیں سنیں تاریکی چھٹ گئی، غصہ جھڑ گیا کفر کافور ہو گیا اور مشرف باسلام ہو گئے۔

ضماد ابن ثعلبہ، میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنوں و دیوانہ جان کر، علاج کرنے آئے تھے۔ اللہ کے کلام کی چند آیتیں سنیں حکمت و طبابت کا سارا غرور مٹی میں مل گیا۔ فوراً مسلمان ہو گئے۔

شاہِ حبشہ، نجاشی کے دربار میں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی چند آیات تلاوت کیں، نجاشی کانپنے لگا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عتبہ ابن ربیعہ، قریش کے بڑے مشہور خطیب کہلاتے تھے۔ ان کی فصاحت و بلاغت کا جادو چلتا تھا، سورۂ حٰم کی چند آیات سن کر اچھل پڑے، معلوم ہوتا تھا، ہاتھ پیروں کی جان ہی نکل گئی۔ مکے کے کافروں سے کہنے لگے بہ خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ پڑھتے ہیں وہ نہ شعر ہے نہ جادو ان کے ایک لفظ میں، لذت ہے، ایک اثر ہے، اس کو سن کر دل خدا کے خوف سے کانپنے لگتا ہے۔ ان کے کسی لفظ کا جواب ہمارے بس کی بات نہیں،

حضرت جبیر ابن مطعم، دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا رہے اور سورۂ للطور تلاوت فرما رہے تھے، جبیر اللہ کا کلام غور سے سننے لگے، سرکار نے آیت تلاوت کی۔

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ

بے شک آپ کے رب کا عذاب آ کر رہے

مَالَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۔	گا، اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

(پ ۲۷، الطور، ۷، ۸)

جبیر کہتے ہیں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے خدا کا عذاب میری طرف آ رہا ہے میرے بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو گیا، بوٹی بوٹی کانپنے لگی، اس کیفیت کے فوراً بعد ہی مشرف باسلام ہو گئے۔

قرآن کا یہ اثر صرف چند انسانوں پر نہ ہوا، بلکہ اس نور سے تیئیس برس کے قلیل عرصہ میں تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار افراد نے ہدایت پائی اور آج چودہ سو برس کی مدت طویلہ گزرنے پر بھی اس کی چمک میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور قیامت تک یہ روشنی منزل تلاش کرنے والوں کی رہبری کرتی رہے گی، قرآن سے ہدایت حاصل کرنے والے، بڑے ہی فائدے میں رہے، ان کی دنیا سدھر گئی، آخرت سنور گئی، بیشک وہ ہر اعتبار سے کامیاب و کامران ہیں۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ	بیشک، یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے
لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ	جو سب راستوں سے سیدھا ہے، اور
الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ	نیک عمل ایمان والوں کو بڑی ہی خوشخبری
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا (بنی اسرائیل، ۹)	سناتا ہے۔

قرآن کا دکھایا ہوا راستہ بڑا ہی آسان، سیدھا ہے تو اس پر چلنے والوں کو، پورا اجر ملنا یقینی ہے۔ اب قرآن سے وہی فرار اختیار کرے گا جو بالکل ہی دل کا اندھا ہو،

آیئے ذرا ہم اپنے حال پر غور کر لیں، قرآن پر ہمارا پوری طرح ایمان ہے، لیکن کیا ہمیں اس کا فیض نصیب ہے۔ کیا ہم اس کے نور میں اپنی منزل کی طرف چل رہے ہیں ہماری حالت خود جواب دے رہی ہے کہ ہم روشنی ہوتے ہوئے اس

اندھے کی طرح ہیں جو آنکھیں نہ ہونے کی وجہ سے ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے ہماری یہ حالت صرف اس لیے ہے کہ ہم قرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں۔ اس کا احترام بھی خوب کرتے ہیں لیکن جب بدکاریوں اور بدکرداریوں سے ہمیں وہ روکتا ہے تو ہم اپنے کان بند کر لیتے ہیں، جب تک ہماری یہ کیفیت رہے گا۔ ہم اندھے ہی رہیں گے، ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ ہم اپنی حالت بدلنا چاہتے اور تیرے کلام پر عمل کرنا چاہتے ہیں لیکن شیطان ہم پر غالب ہے ہم نفس کے ہاتھوں مجبور ہیں پس اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقہ تو ہماری مدد فرما۔ کہ ہم قرآن کے احکام پر عمل کرنے کے لائق ہو سکیں، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

چوبیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

ہمارا ایمان ہے اور ہمارا دعوٰی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس دعوے کی ہمارے پاس بے شمار عقلی اور نقلی دلیلیں موجود ہیں لیکن سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم دلیل وہ ہے جو خود قرآن کریم میں موجود ہے کہ جب کافروں نے قرآن کو اللہ کا کلام ماننے سے انکار کیا۔ اس کو حضور علیہ السلام کا بنایا ہوا کلام قرار دیا، اس کو ایک علم عربی کلام کہا۔ اللہ فرماتا ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ (انفال: ۳۱)	اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم سن چکے اگر ہم چاہیں تو ایسی آیتیں ہم بھی کہہ سکتے ہیں یہ نہیں ہیں مگر پچھلے لوگوں کی کہانیاں۔

یہ نضر ابن حارث، اس کے ساتھیوں اور تمام ہی کفار مکہ کا حال تھا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ میں سے کوئی قرآن کریم پڑھتا ہو تو یہ بدنصیب کا مذاق اڑاتے، اس کو قصہ و کہانی کہتے، اور کہتے کہ اگر ہم چاہیں تو ایسی آیتیں تو ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ حالانکہ ان کے دل کی کیفیت کچھ اور ہوتی، لبید عرب کا مشہور شاعر تھا۔ اس نے کعبہ میں سورۂ کوثر لٹکی دیکھی تو اسے بڑے غور سے پڑھا، اور یہ کہنے پر مجبور ہوگیا،

ما ھٰذا قول البشر	یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

جب کعبہ میں یا صحابہ کے گھروں میں قرآن کی تلاوت ہوتی تھی، تو کفار سیٹیاں بجاتے، شور و غوغا کرتے، صرف اس لیے کہ لوگ قرآن کو غور سے سننے پائیں، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو کوئی اس کو غور سے سنے گا۔ اس کے دل پر ضرور کچھ اثر ہوگا، پھر بھی ان کی زبانوں پر یہی بکواس رہتی تھی کہ یہ کوئی خاص کلام نہیں اگر ہم چاہیں، تو ایسا کلام آسانی سے کہہ سکتے ہیں، خدا نے ان کی بکواس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ	آپ فرما دیجئے اگر سارے انسان اور
وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ	دوسرے جن جمع ہو کر بھی، قرآن کی مثل بنانا
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ	چاہیں تو وہ اس کی مثل ہرگز نہیں بنا سکتے
وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ	چاہے وہ اس کام میں ایک دوسرے کے
ظَهِيْرًا [1] ۔	مددگار ہو جائیں۔

اے کافرو تم کیا ہو، قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان اور ان کے ساتھ جن بھی مل جائیں۔ سر جوڑ کر بیٹھیں تو بھی قرآن جیسی کتاب وہ نہیں بنا سکتے، یہ ہے جواب کافروں کی بکواس کا۔ قرآن کا مذاق اڑانے والوں کا۔ صرف اس جواب پر ہی بس نہیں۔ بلکہ خدا نے مزید للکارا اور چیلنج کیا۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ انہوں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود ہی قرآن گھڑ لیا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ	انہوں نے خود ہی قرآن گھڑ لیا ہے بلکہ
بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ فَلْيَاْتُوْا	درحقیقت وہ کفار بے ایمان ہیں تو وہ بھی
بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا [2]	ایسی بات گھڑ لائیں اگر وہ سچے ہیں۔
صٰدِقِيْنَ ۔	

پھر مبارزہ چیلنج۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (ھود ،۱۳)	کیا وہ کفار کہتے ہیں کہ انہوں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود ہی قرآن گھڑ لیا ہے تو آپ فرما دیجئے تم بھی ، ایسی دس ہی سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ ، اور جس کو اپنی مدد کے لیے بلا سکتے ہو، بلا لو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو،

یہ دس صورتوں کا چیلنج ۔ ذرا بڑا ہے تو تیسرا چیلنج کوئی قبول کرے بہت آسان ہے،

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔	ہم نے جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں شک ہے تو اس جیسی ایک ہی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ (پ ۱، البقرہ ۲۳)

ہمارے کلام میں شک کرتے ہو، اس کو کاہن کی باتیں کہتے ہو ، مجنوں کا کلام کہتے ہو۔ شعر و شاعری کہتے ہو اگر اپنی بکواس میں سچے ہو تو قبول کرو ہمارا چیلنج قبول نہیں تو سنو ،

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔	اگر تم ایسا نہ کر سکو، اور ہرگز ، نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو، جس کا ایندھن پتھر اور انسان ہیں، (پ ۱، البقرہ ۲۴)

جب چیلنج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے

کو تسلیم کر لو۔ ایمان لے آؤ، جہنم کی آگ سے نجات پالو، ورنہ جان لو، کہ یہ آگ بڑی سخت ہے۔ اور کافروں ہی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اس سے نجات کا واحد ذریعہ ہمارے نبی کی غلامی ہے۔

کیا قرآن کریم کے اس واضح چیلنج پر کبھی کسی نے غور نہ کیا ہوگا، یہ کیسے ہو سکتا ہے، مکہ کے کافر بھی سر جوڑ کر بیٹھے تھے۔ سارے عرب کی اسلام دشمن قوتوں نے جان توڑ کوشش کر ڈالی، لیکن کیا ہو سکتا تھا، خدا کا مقابلہ کیا یہ انسان کے بس کی بات ہے۔ ماضی کے چودہ سو برس میں نہ جانے کس کس نے طبع آزمائی کی ہوگی، کیوں کہ اسلام کے دشمنوں سے تو کوئی دور خالی نہ رہا۔ اور ان کے لیے اسلام کی عمارت کو ڈھانے اور مسلمانوں کو ختم کر دینے کا یہ بہت ہی اچھا ذریعہ تھا، کہ وہ قرآن کو غلط اور انسانی کتاب ثابت کر دیں، یقیناً بڑی بڑی کوششیں کی گئی ہوں گی، لیکن تاریخ شاہد ہے، زمانہ گواہ ہے کہ آج، اس چیلنج کا مقابلہ کرنے میں کوئی کامیاب نہ ہو سکا۔ اور نہ قیامت تک ممکن ہے، آج ہم بھی چیلنج کرتے ہیں، اسلام کے دشمنوں کو، قرآن کو، اصل کلام الٰہی نہ ماننے والوں کو، کہ اگر اس میں شک ہے تو کوشش کرو۔ اپنے پچھلوں کی طرح اور لا کر دکھاؤ ایک چھوٹی سی بھی سورت،

بس ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمارے گھروں میں، ہماری مسجدوں میں ہماری زبانوں پر ہمارے سینوں میں کوئی عام کتاب نہیں بلکہ اللہ کا وہ کلام ہے، جس کو جبرئیل علیہ السلام نے پڑھا۔ نبی کریم علیہ السلام نے پڑھا، صحابہ رض نے پڑھا، سوچئے کیسی کیسی مقدس زبانوں پر سے ہوتا ہوا یہ ہم تک پہنچا کتنا برکت والا ہے یہ کلام۔ کیسی عظمت والا ہے یہ کلام۔

اے اللہ ہماری گناہگار زبانیں تیرے کلام کی تلاوت کرتی ہیں مولیٰ اپنے کلام کی برکت سے تو ہمیں گناہوں سے نجات عطا فرمادے اور اپنے مقدس کلام پر عمل کی توفیق نصیب فرما۔ آمین ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین

* * *

پچیسویں رات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

قرآن کریم کی جمع وترتیب، اس کی تعلیم وتعلم اور تفسیر وبیان کا کام حضور علیہ السلام ہی کے زمانہ میں شروع ہو گیا تھا، آپ نے تقریباً تیرہ صحابہ کو وحی لکھنے کے لیے مقرر کر دیا تھا جن میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت زید بن ثابت، امیر معاویہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، اور حضور علیہ السلام کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ جب وحی نازل ہوتی، تو آپ ان صحابہ کو حکم فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھو، اکثر صحابہ اس کو زبانی یاد کر لیتے تھے، اپنے اہل وعیال کو سناتے جب بھی چند صحابہ ایک جگہ جمع ہوتے تو ایک دوسرے کو سناتے اسی انداز اور ترتیب سے پڑھتے۔ جو نبی کریم علیہ السلام نے بتائی ہوئی تھی، یہ قرآنی آیات اونٹ کی ہڈیوں پر کھجور کے پتوں پر لکھی جاتی تھیں اور مختلف لوگوں کے پاس محفوظ رہتی تھیں لیکن ترتیب کا دارومدار حفاظ پر تھا اور حفاظ اس قدر کثرت سے تھے کہ ترتیب میں کسی قسم کی غلطی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جیسے آجکل کہ اگر چند حافظ جمع ہو کر قرآن کریم کا نسخہ تیار کریں تو اس میں کسی قسم کی کمی وزیادتی کا وہم وگمان بھی نہ ہو گا،

وحی نازل ہونے کے بعد نبی کریم علیہ السلام۔ اس کا مطلب ومفہوم بھی بیان فرما دیتے تھے، مثلاً جب نماز کا حکم آیا تو طریقہ نماز، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا، جب وضو کا حکم آیا تو طریقہ وضو حضور علیہ السلام نے سکھایا، جب تیمم کی اجازت ملی تو طریقہ تیمم آپ نے سکھایا، غرضیکہ پورے قرآن کریم کی تفسیر

اور اس کی وضاحت خود نبی کریم علیہ السلام کرتے تھے، زبانی طور پر بھی اور عملی طور پر بھی آپ کا ہر ارشاد اور ہر عمل تفسیر قرآن ہی ہوا کرتا تھا، جس کو ہم حدیث کہتے ہیں۔ یہی قرآن کی تعلیم تھی، اور اسی کے لیے آپ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچتے ہی، جامعہ قائم فرما دیا تھا، جس کو ہم "جامعۃ الصفہ" یا صفہ یونیورسٹی کہتے ہیں۔

غرضیکہ یہ ایک عام بات ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے قرآن کی جمع و ترتیب، اس کی حفظ و تعلیم پر پوری توجہ فرمائی۔ اور صحابہ نے پورے جذبہ، شوق و ذوق کے ساتھ اس کام کو کیا، صفہ یونیورسٹی کے طلبار کا حال اور حدیث سیکھنے کے شوق اور اس کی مصروفیت کے سبب انہیں معاش حاصل کرنے کا خیال تک نہ آتا تھا۔

بہر حال، قرآن کریم کے جامع اول، معلم اول، مفسر اول، خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اور آپ کی ترتیب قرآن، لوح محفوظ کی ترتیب کے عین مطابق ہے، اور آپ کی تفسیر قرآن، مرضیٔ الٰہی کے عین مطابق ہے، کیونکہ۔ (پ ۲۷، النجم۔ ۴-۳)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى،	اور وہ (رسول) تو اپنی خواہش سے
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔	بولتا ہی نہیں، اس کا بولنا نہیں ہے، مگر
	وحی کے مطابق جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

نبی کی کسی بات پر شک و شبہ نہ کرنا، کیونکہ ان کی ہر بات وحی الٰہی ہوتی ہے، جو کچھ وہ بتاتے ہیں۔ خدا ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ جو کچھ سکھاتے ہیں خدا ہی کی طرف سے ہوتا ہے، نبی کو خدا نے اس لیے مبعوث نہ فرمایا کہ بس وہ خدا کا کلام پڑھ کر سنا دے اور پھر امت کا اس سے تعلق ہی نہ رہے۔ بلکہ ان کو خدا نے اپنی کتاب کا معلم بنا کر مبعوث فرمایا ہے،

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ	وہ (رسول) انہیں اس کی آیتیں پڑھ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ	کر سناتا ہے۔ اور ان کے دلوں کو پاک رکھتا

الْحِکْمَۃَ۔ ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

(پ۲۸، جمعہ)

خدا چاہتا تو دین کی ہر چھوٹی بڑی بات اپنی کتاب میں بیان فرما دیتا، لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ خدا کی مرضی یہی ہے کہ امت ہمیشہ نبی کی محتاج رہے۔

غرضیکہ، اس میں شک نہیں کہ قرآن کی حقیقی تفسیر وہی ہے، جو نبی کریم علیہ السلام نے خود کر دی، نیز قرآن کی جمع وترتیب کا دور اوّل وہی ہے، جو نزول قرآن کا دور تھا، تیئس سال کے اس دور میں جس قدر کام ہوا، اس سے زیادہ ممکن نہ تھا، بقیہ کام کی تکمیل ان حضرات نے کی، جن کے طریقہ کو اپنانے کا حکم خود، صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کیونکہ ان کا طریقہ آپ کے طریقہ سے علیحدہ یا مختلف ہو ہی نہ سکتا تھا، اسی لیے سرکار نے فرمایا۔

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ۔ تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت پر عمل کرو۔

پس حضور علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد، آپ کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق نے اسلام کی دوسری خدمات کی طرح، خدمت قرآن کی طرح بھی توجہ فرمائی اور حضور علیہ السلام کے کاتب وحی، حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو انجام دینے کا حکم دیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ کام اگرچہ بہت دشوار تھا لیکن میں نے بڑی محنت وجانفشانی سے اس کو انجام دیا اور صحابہ کرام کے پاس کھجور کے پتوں، پتھروں اور ہڈیوں پر لکھی ہوئی آیات قرآنی کو جمع کر لیا اور حافظوں کی مدد سے ان کو ایسی ترتیب کے مطابق مرتب کیا جس ترتیب سے حافظوں نے ان کو حضور علیہ السلام سے یاد کیا تھا۔ میں نے یہ صحیفہ تیار کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دے دیا جو آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، نہ شہادت

کے وقت ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کو محفوظ کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

خدمت قرآن کا سب سے زیادہ اجر، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ملے گا، کہ وہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کرایا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت، چونکہ اسلامی فتوحات کا دور رہا اس لیے وہ اپنی بے حد مصروفیات کے باعث قرآن کریم پر مزید کوئی کام نہ کر سکے، نیز وہ اس کام سے مطمئن تھے جو ان سے پہلے حضرت ابوبکر کر گئے تھے۔ لہٰذا آپ اسی قرآن کریم کی نقول ان ممالک میں بھیجتے رہے جو آپ کے زمانہ میں ختم ہوئے تھے۔

پھر تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اشاعت قرآن اور اس میں کمی و زیادتی کے امکان کو ختم کر دینے پر توجہ دی۔ آپ نے بھی حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد یہ کام کیا اور ان کی مدد کے لیے عبد اللہ ابن زبیر، سعید ابن عاص اور عبد اللہ ابن حارث کو مقرر فرمایا گویا آپ نے باقاعدہ محکمہ اشاعت و حفاظت قرآن قائم کر دیا اور قرآن کریم کی متعدد نقلیں کرا کر ان کو زیادہ سے زیادہ عام کیا۔ اور حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس ہڈیوں، پتھروں وغیرہ پر قرآن لکھا ہوا ہے وہ اس کی تلاوت نہ کریں بلکہ اسی قرآن کو استعمال کیا کریں۔ جو حکومت کی طرف سے جاری ہو چکا ہے، تاکہ قرآن کی ترتیب اور اس کے طریقۂ تلاوت میں کوئی فرق نہ پیدا ہونے پائے۔

خدا اپنی رحمتیں نازل کرے۔ ان صحابہ کرام پر کہ ان کی محنت و کاوش ہی سے آج بحمد اللہ ہمارے پاس اصل کلام الٰہی موجود ہے قرآن کی حفاظت ہر دور میں مسلمانوں نے کی ہے آج تک یہ اپنی اصل حالت میں ہے اور قیامت تک، اس میں کس

کی زیادتی کا امکان نہیں کیونکہ اصل محافظ قرآن تو، خود خدائے وحدہ لاشریک ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔

(پ ۱۴، سورۃ الحجر، ۹)

بے شک اس (قرآن) کو ہم ہی نے اتارا ہے۔ اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

پس ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایسے نبی کی امت میں پیدا فرمایا جس کی لائی ہوئی کتاب بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کا ذہن بھی زندہ اور وہ خود بھی زندہ ہے۔ اللہ ہمیں اپنے نبی کی اطاعت و فرمانبرداری اور قرآن پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

◆◆◆◆

چھبیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

حضرات مکرم !

خدا کا شکر ہے کہ رمضان المبارک کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے ہم آج اس رات سے قریب ہو رہے ہیں ، جس کا ذکر خود خدائے وحدہ لاشریک نے اپنا کلام میں فرمایا ،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ	بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر
وَمَا أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ	میں اتارا ہے اور آپ کچھ جانتے ہیں ،
الْقَدْرِ. خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ	شب قدر کیا ہے ، شب قدر بہتر ہے
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا	ہزار مہینوں سے ، اترتے ہیں فرشتے اور
بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ.	روح القدس ، اس میں ، اپنے رب کے حکم
سَلٰمٌ . هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ	سے ، ہر اچھے کام کے لیے ، یہ سلامتی والی
الْفَجْرِ.	ہے ، طلوع فجر تک ، (پ ۳۰ ، القدر)

خدا نے ، خود اس رات کا نام " لیلۃ القدر " رکھا ، یعنی عظمت والی ، بلندی والی رات کیونکہ اس رات میں ، عظمت والے رب کا کلام اس کے عظمت والے رسول پہ نازل ہوا اس کتاب اور اس رسول کو ماننے والے اس پر عمل کرنے والے بھی بڑی عظمت والے ہو گئے . تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ امت بن گئے پس جو بھی اس رات کی عظمت کا لحاظ کرتا ہے ۔ اس میں اعمال خیر کرتا ، گناہوں سے توبہ کرتا ، قرآن کے مطابق زندگی بسر کرنے

کا عزم کرتا اور پوری طرح صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بن جاتا ہے وہ بہت ہی بلند مرتبہ بہت عظمت والا ہو جاتا ہے۔

قرآن نے خود ہی، اس رات کی قدر و منزلت اور عظمت کا اندازہ بیان فرمایا کہ یہ رات کتنی عظمت والی، بس اس سے اندازہ کر لو کہ اس رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ہے اس ایک رات میں، خدا کی جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ ہزار مہینوں سے بھی زیادہ ہیں۔ اس ایک رات کی عبادت سے ہمارے بندے جو مرتبہ پا سکتے ہیں وہ ہزار مہینے کی عبادت و محنت سے نصیب نہیں ہو سکتا۔

ہزار کا مطلب، خاص تعداد نہیں بلکہ کثرت و زیادتی بیان کرنا۔ مقصود ہے، جیسے ہم کسی جگہ بہت سے آدمی دیکھیں تو ان کی زیادتی ظاہر کرنے کے لیے کہیں کہ ہزاروں آدمی جمع تھے اسی طرح یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ بہت ہی عظمت والی رات ہے۔ بس اتنا اندازہ کر لو، کہ اس کی برکتیں اس میں عبادت کا ثواب۔ ہزار مہینوں کے دن رات سے بھی واضح ہے۔

قدر والی یہ رات کب ہوتی ہے تو قرآن کریم سے واضح ہے کہ قرآن رمضان المبارک میں نازل ہوا^۲ اور یہ رات نزول قرآن کی رات ہے۔ لہٰذا یہ بات یقینی ہے کہ شب قدر رمضان ہی میں ہے^۳ لیکن رمضان کی کون سی رات تو یہ پتہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے گا۔ پس حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من	شب قدر کو، رمضان کے آخری
العشر الاواخر من رمضان (بخاری شریف)	عشرے کی طاق رات میں تلاش کرو۔

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں ستائیسویں اور انتیسویں یہ پانچ راتیں شب قدر ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام چاہتے ہیں کہ ہم ان پانچوں راتوں کو شب قدر یقین کر کے ان میں عبادت کریں، تاکہ

ہمارا مرتبہ زیادہ سے زیادہ بلند ہو ہمیں زیادہ سے زیادہ ثواب نصیب ہو، ہر سال پانچ شب قدر کا ثواب نصیب ہو۔ کاش ہم حضور علیہ السلام کے اس ارشاد پر عمل کیا کریں، ورنہ کم ازکم ستائیسویں رات کو تو یقیناً شب قدر جانیں، اور اس میں خصوصی عبادت اور دعائیں کریں کہ ہمارے بزرگوں اور علماء کرام نے قیاس و قرینہ اور اندازے سے ثابت کیا ہے کہ رمضان کی ستائیسویں شب شب قدر ہے، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو تو اس پر اتنا یقین تھا کہ وہ قسم کے ساتھ فرماتے تھے کہ یہی رات شب قدر ہے بہرحال چونکہ جمہور امت کا اس بات پر عمل رہا ہے لہٰذا ہم بھی اسی عمل کو اختیار کرتے اور یقین کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس کی برکتیں، اور ثواب عطا فرمائے گا،

اس رات کی خصوصی برکت کا ذکر بھی قرآن نے کر دیا کہ اس شب اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قیادت میں فرشتے نازل ہوتے ہیں جو اس رات میں نیکی کرنے والے بندوں کی نیکیوں پر گواہ بنتے، اور صبح ہونے تک ان کے لیے خدا سے سلامتی امن اور سکون کی دعا کرتے رہتے ہیں نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اذا کان لیلۃ القدر نزل	جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل
جبرئیل علیہ السلام فی کبکبۃ من	فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترتے
الملائکۃ یصلون علی کل عبد او قاعد	ہیں، ہر اس کھڑے بیٹھے کو دعائیں دیتے
یذکر اللہ عزوجل۔ (مشکوٰۃ شریف)	ہیں جو اللہ کا ذکر کرتا ہوتا ہے۔

یہ ہے شب قدر کی عظمت کہ آج کی رات، فرشتے اتر کر خدا کے بندوں کا حال دیکھتے ان کے لیے دعائیں کرنے، نیز ایک روایت کے مطابق، فرشتے عبادت گزار بندوں سے مصافحہ کرتے، اور انہیں اس رات کے نصیب ہونے پر مبارک باد دیتے ہیں، بس اب ہمیں غور کرنا چاہیئے، کہ اس شب ہمیں کیا

کرنا چاہیئے کس قدر بدنصیب ہوں گے وہ مسلمان مرد وعورت جنہیں، فرشتے تلاش کر رہے ہوں، فرشتے ان سے ملنا چاہتے ہوں اور وہ معذ کی طرح خواب غفلت میں مست ہوں۔ پس بچئے اور بچائیے اپنے گھر والوں، عزیزوں اور دوستوں کو ایسی بدنصیبی سے۔ کل کی اس رات کے لیے خود بھی تیاری کیجئے۔ اور کل دن بھر اپنے گھر والوں اور دوسرے مسلمان بھائی بہنوں کو اس رات ایں عبادت کرنے کی تبلیغ کیجئے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہمیں یہ مقدس عظمت والی رات نصیب ہونے والی ہے، کیا پتہ آئندہ سال اس رات ہم دنیا میں موجود ہوں یا نہ ہوں کہ آج ہمارے ساتھ ہمارے نہ جانے کتنے بھائی بہن، نہیں وہ دنیا سے جا چکے خدا سب کی عمریں دراز کرے لیکن کوئی اس خیال میں نہ رہے کہ اگلے سال ہم عبادت کرلیں گے، کس طرح کوئی یقین کرسکتا ہے کہ وہ اگلے سال تک ضرور زندہ رہیں گے۔ پس غنیمت جانیئے اس شب کو کہ خدا نے ہمیں نصیب فرمائی اور تیاری کیجئے اس رات جاگنے اور اللّٰہ کا ذکر کرنے کی کہ کل خدا کے فرشتے ہم سے ملنے آئیں گے۔

شب قدر کی عبادت کی تیاری یہ ہے کہ اس رات کے لیے ہم اپنے ظاہر وباطن کو صاف وپاک کرلیں۔ غسل کریں صاف کپڑے پہنیں خوشبو استعمال کریں اس لیے کہ صرف انہی بھائیوں سے نہیں ملنا جن سے روزانہ ملاقات ہوتی ہے۔ آج تو فرشتوں سے ملاقات کی رات ہے۔

صرف یہ ظاہری صفائی نہیں بلکہ اپنے دلوں کو بھی صاف کرلیں اگر ہمارے والدین ہم سے ناراض ہیں اور ہم ان سے مل سکتے ہیں تو اس رات کی آمد سے پہلے ان سے معافی مانگ لیں اگر ہم نے کسی کا حق مارا ہوا تو اس کو ادا کرنے کی کوشش کریں، اگر ہم سود کھاتے رہے ہیں تو اس سے توبہ کرلیں۔ اپنے دلوں میں مسلمانوں کی

محبت والفت ان کے ایثار کا جذبہ پیدا کریں۔ ہر قسم کی کدورت نفرت، بغض، حسد کینہ کی گندگیوں سے دل کو پاک کر لیں۔ دیکھیے آج ہمیں فرشتے دیکھنے آرہے ہیں، ان کو ہمارے دل کے داغ دھبے اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے ہمیں اپنے کپڑوں کا میل کچیل نظر آتا ہے پس ضروری ہے کہ ہم اپنے کپڑوں کی طرح اپنے دل کو بھی صاف کر لیں کہ فرشتے خدا کے یہاں ہماری دلوں کی صفائی کے بھی گواہ بنیں۔

غرضیکہ ہمیں بڑی ہی عظمت والی رات نصیب ہو رہی ہے اگر ہمیں اپنے رب سے مانگنے کا ڈھنگ آتا ہے تو آج کی رات ہماری کوئی دعا ضائع نہیں جائے گی، پس اس رات سے پورا پورا فائدہ حاصل کیجیے۔ دعا کیجیے اپنے لیے پوری امت مسلمہ کے لیے خاص طور پر اس مضمون کے لکھنے اور سنانے والے کے لیے، اے اللہ ہمیں شب قدر کی رحمتیں نصیب فرما اور ہماری دعاؤں کو قبول فرما، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

ستائیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

شب قدر مبارک ہو ان بھائیوں کو جو ہماری محفل میں موجود ہیں اور ان بہنوں کو جو گھروں میں مصروف عبادت ہیں۔ آج کی یہ شب بلاشبہ رحمتوں کے نازل ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے کی رات ہے۔ پس آئیے دعا سے متعلق خدا کے وعدوں کا ذکر کریں تاکہ ان کی برکت سے اللہ ہماری دعا کو بھی قبول فرمائے پس اللہ فرماتا ہے۔

وقال ربکم ادعونی	اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے
استجب لکم ان الذین یستکبرون	دعا کرو میں قبول کروں گا۔ بے شک جو
عن عبادتی سیدخلون	لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے
جہنم داخرین۔	ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے
	ذلیل وخوار ہو کر۔ (پ۲۴، مومن)

ہمارا رب چاہتا ہے کہ ہم اس سے مانگیں، تکبر وغرور تو آپس میں بندوں کے ساتھ بھی جائز نہیں اگر رب کے سامنے اکڑو گے تو کہاں ٹھکانا پاؤ گے، سوائے جہنم کے۔ پس رب سے، مالک سے بہت عاجزی کے ساتھ رو رو کر بندے بن کر مانگو، اس کا وعدہ ہے۔

واذا سألک عبادی	اور اے محبوب جب تم سے میرے
عنی فانی قریب	بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں
اجیب دعوۃ الداع	دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی

اذا دعان ۔ جب مجھے پکارے ۔ (پ۲، بقرہ)

یہ اس کا وعدہ جو تمہارے قریب ہے۔ تمہارے حال کو خوب جانتا ہے ۔ پس جو مانگو گے۔ اگر واقعی وہ تمہارے لیے بہتر ہوگا تو ضرور ملے گا،

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان ربکم حیی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرًا ۔

بے شک تمہارا رب بہت حیا فرمانے والا بخشش کرنے والا ہے جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس سے مانگتا ہے تو وہ حیا کرتا ہے کہ اپنے بندے کے دونوں ہاتھوں کو خالی واپس کر دے۔

ہم زندہ رب پر ایمان رکھتے ہیں جو ہمارا حال دیکھتا اور بات سنتا ہے، پھر اس کے خزانے، بھرے ہوئے ہیں، تو مانگیں خوب مانگیں۔ شرم کس بات کی، دنیا والوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے شرم کرو۔ رب کے سامنے ہاتھ پھیلانا تو بندگی کی شان ہے۔ اسی لیے دعا بھی عبادت ہے۔ حضور علیہ السلام نے بتایا۔

الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے۔

مغز، دماغ، عزت کا ذریعہ ہوتا ہے، حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے، جسم میں قوت کا ذریعہ ہوتا ہے، مغز نہ ہو تو سارا جسم بیکار ہو جاتا ہے۔ دماغ بیکار ہو جائے تو آدمی پاگل کہلاتا ہے۔ اس کی ساری خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں، یہی حال عبادت کا ہے۔ عبادت جسم ہے، دعا مغز ہے عبادت کی، لیکن معبود سے مانگنے میں شرم آئی۔ سجدے کیے، لیکن مسجود کے سامنے ہاتھ پھیلانا گوارہ نہ ہوا۔ یہ تکبر ہے، غرور ہے، جس نے ساری عبادت کو برباد کر دیا۔ پس عبادت کا مغز مت چھوڑو، دعا کرو، خوب رو رو کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں

کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لیس شیء اکرم علی اللہ من الدعاء۔	اللہ کے یہاں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز قدر والی نہیں۔

اور دعا کرنے والا خوب مانگنے والا ہی خدا کو پسند ہے۔

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّی لولا دعاءکم۔	آپ فرما دیجئے، تمہاری کوئی قدر نہیں میرے رب کے یہاں اگر تم اس کو نہ پکارا کرو۔

دنیا والے تو مانگنے والوں کو خوار جانتے ہیں۔ ان سے تنگ آتے ہیں، اس لیے کہ دنیا والوں کے پاس دینے کو ہی کیا ہے۔ رب کے خزانے تو بے حساب ہیں اس لیے وہ مانگنے والوں کو پسند فرماتا ہے، اور چاہتا ہے کہ اس کے بندے، اس سے مانگیں جو بندے اس سے نہ مانگیں رب ان کو پسند نہیں فرماتا، کہ نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں۔

من لم یسال اللہ یغضب علیہ۔	جو اللہ سے نہ مانگے تو اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

پس رب سے مانگو ورنہ وہ ناراض ہو جائے گا اور جب مانگو تو پوری توجہ پورے یقین کے ساتھ مانگو، رسمی دعا نہ مانگو، وہ تمہارے مانگنے کی حالت دیکھ رہا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ واعلموا ان اللہ لا یستجیب دعاء من قلب غافل لاہ۔	اللہ سے دعا کرو، قبول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اور جان لو کہ اللہ تعالےٰ غافل ولاپرواہ دل والے کی دعا قبول نہیں فرماتا۔

نبی کریم علیہ السلام مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

اذا دعا احدکم فلا یقل اللھم
اغفرلی ان شئت ولکن لیعزم
ولیعظم الرغبۃ فان اللہ
لایتعاظمہ شئی اعطاہ ۔

جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو
اس طرح نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے
تو مجھے بخش دے بلکہ پورے عزم کے
ساتھ مانگے اور خوب رغبت ظاہر کرے
کیونکہ اللہ کے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں
جو چاہے، عطا فرما دے،

اے اللہ تو چاہے تو مجھے اولاد دے دے۔ اللہ تو چاہے تو میرے رزق میں برکت دیدے، اس طرح مت مانگو بلکہ اس طرح کہو، اے اللہ، میں اولاد چاہتا ہوں میں رزق میں برکت چاہتا ہوں۔ تو ہی دینے پر قادر ہے تیرے سوا میں کس سے مانگوں، خدایا، تیرے سوا کون دے سکتا ہے، تو میرا رب ہے مالک ہے، پس تجھ ہی سے مانگتا ہوں۔ دعا قبول کرنا تیرا وعدہ ہے اے اللہ اپنا وعدہ پورا فرما، میری دعا کو قبول فرما۔ یعنی مانگنے میں عاجزی ہو، رغبت ہو، اصرار ہو لیکن ادب ہو، احترام ہو، جیسے چھوٹا، بڑے مانگتا ہے، فقیر، امیر سے بیٹا باپ سے مانگتا ہے، لیکن ایسی چیز ہرگز نہ مانگنا، جس کو مانگنے سے پہلے ہی منع کر دیا گیا ہو، یعنی دعا شریعت کے خلاف کسی کام کے لیے نہ ہو، جیسے اے اللہ میرے شراب کے کاروبار میں برکت عطا فرما، اے اللہ آج جوئے میں مجھے کامیاب کر دے یہ دعا نہیں ہے خدا کے عذاب کو دعوت دینا ہے لہذا مانگنے سے پہلے سوچ لو کہ شریعت کے خلاف تو کوئی چیز نہیں مانگ رہے۔ نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں۔

یستجاب للعبد مالم یدع
باثم او قطیعۃ رحم۔
ومالم یستعجل۔

بندے کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے
جب تک کہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ
کرے اور جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے۔

یعنی کسی بڑے کام کی دعا نہ کی جائے، کسی رشتہ دار سے تعلق ختم کرنے کی دعا نہ کی جائے، اور دعا کرتے رہو، جلدی نہ کرو کہ ابھی قبول ہو جائے، پس اللہ ضرور قبول کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے نبی کریم علیہ السلام کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا۔

ما الاستعجال یا رسول اللہ۔	اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا میں جلد بازی کا کیا مطلب ہے۔

آپ نے فرمایا۔

یقول قد دعوت وقد دعوت فلم ار یستجاب لی۔	کہ دعا کرنے والا یہ کہے کہ میں نے دعا کی اور کرتا رہا لیکن مجھے قبول ہوتی معلوم نہیں ہوتی۔
فیستحسر عند ذلک ویدع الدعاء۔	تو یہ خیال کرکے وہ تنگ دل ہو جاتا اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے،

اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہم چند دعائیں کرکے کہنے لگتے ہیں، کہ خدا ہماری دعا قبول ہی نہیں کرتا اور کبھی اتنے بددل ہو جاتے ہیں کہ مانگنا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارا کام تو مانگنا ہی ہے۔ مانگتے رہیں، خوب مانگیں۔ وہ جانتا ہے کہ جو ہم مانگ رہے ہیں۔ ہمارے لیے بہتر ہے یا نہیں، بہتر ہے تو کب جب بہتر ہوگا، ضرور دے گا اور اگر بہتر نہ ہوگا تو اس کے بدلے وہ دے گا جو مفید و بہتر ہے پس ہمیں ہر وقت دعا کرنا چاہیئے اور آج کی رات تو بہت ہی اچھا موقع ہے کہ ہم مانگیں۔ اور ہماری دعا پر فرشتے آمین کہیں، ضرور قبول ہوگی۔ اللہ آج کی رات کی حاضری کو قبول فرمائے اور ہم سب کی خالی جھولیوں کو اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقہ مرادوں سے پُر فرمائے۔ آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اٹھائیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

حضراتِ محترم!

لیجیئے، آج رمضان المبارک اٹھائیسویں شب آگئی، جس مہینہ کا اہل ایمان نے گیارہ مہینے انتظار کیا، وہ آیا بھی اور اب رخصت بھی ہوا چاہتا ہے، کس قدر جلد گزرے یہ دن، اب آئندہ سال انشاء اللہ پھر یہ مہینہ آئے گا۔ قیامت تک آتا رہے گا۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ہمیں ضرور اس کی دوبارہ برکتیں نصیب ہوں گی، خدا سب کو لمبی عمر، عطا فرمائے، لیکن دنیا کی ہر چیز پر کچھ نہ کچھ بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ سوائے زندگی کے یہ تو انسان کی غفلت اور لاپرواہی ہے، کہ وہ اپنی موت کو اپنے نزدیک نہیں دیکھ پاتا ورنہ حقیقت تو یہی ہے کہ ایک سانس کے بعد دوسرے سانس کے واپس آنے کا بھی یقین نہیں کیا جا سکتا، پس اب جبکہ رمضان کا مقدس مہینہ رخصت ہو رہا ہے ہمیں صدمہ اسی بات کا ہے کہ نہ جانے سال آئندہ پھر یہ بہار کے دن رات نصیب ہوں گے یا نہیں، بہرحال اب،

وقت رخصت آیا، اس مہینہ کا جس میں ہمیں اللہ کی آخری کتاب نصیب ہوئی۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جو شہر الصبر، صبر کا مہینہ تھا۔ جس نے ہمیں صبر کی تربیت دی۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جو شہر المواساۃ ہمدردی کا مہینہ تھا۔ جس نے ہم میں، باہمی ہمدردی کے جذبات بیدار کیے۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ۔ جس میں مسلمان کا رزق زیادہ ہو جاتا ہے

جس کے ذریعہ ہمارے روزگار اور کاروبار میں برکت ہوئی ،

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس میں ہم نے نفل عبادت کا ثواب فرض کے برابر، اور فرض کا ستر گنا زیادہ پایا۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس میں جنت کے دروازے کھلے ہوئے ، اور جہنم کے دروازے بند تھے۔

اب رخصت ہوتا ہے ، جس میں شیطان کو جکڑ دیا گیا تھا۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس کا پہلا عشرہ ، رحمت نازل ہونے کا تھا ، دوسرا عشرہ مغفرت و بخشش کے اعلان کا تھا ، تیسرا عشرہ آگ سے آزادی کا تھا۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس میں روزے فرض کیے گئے۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس نے روزے دار کے منہ کی بو کو بھی مشک سے زیادہ خوشبودار بنایا۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس میں تراویح ، سحری بھی ، مغفرت کا ذریعہ بنی ،

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جو روزے داروں کے لیے ، جنت کے خاص دروازے باب الریان کی خوشخبری لایا۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس میں اہل ایمان کو شب قدر نصیب ہوئی۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس کی ایک رات میں عبادت کر کے ہم نے ہزاروں مہینے کی عبادت کا ثواب پایا۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس نے مسلمانوں کے چہروں ، دلوں اور گھروں کو ایمان کے نور سے روشن و منور کر رکھا تھا۔

اب رخصت ہوتا ہے وہ مہینہ جس سے ہماری مساجد میں خصوصی رونق و بہار تھی۔

اَلْوَدَاعُ ، اَلْوَدَاعُ یَا شَهْرُ رَمَضَانَ

الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

بہرحال یہ ماہِ مبارک رخصت ہو رہا ہے اور ہمارے لیے، غور و فکر کے بہت سے عنوان چھوڑ کر جا رہا ہے، سوچیے اس مہینہ کے چلے جانے کے بعد ہمیں کیا کرنا ہے۔ یقیناً پورے مہینہ ہماری حیثیت اس سپاہی کی سی رہی جو خصوصی تربیت کا کورس کرتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے، چاق و چوبند رہتا ہے، لیکن کیا وہ سپاہی کامیاب ہو سکتا ہے، جو تربیتی کورس کی مدت ختم ہو جانے کے بعد، ایک عام انسان کی طرح ہو جائے گا، وہ ایسا ہو گیا تو عام انسان ہی رہے گا، سپاہی نہیں بن سکتا۔ قانون کا محافظ نہیں بن سکتا اسے کوئی اعزاز نہیں مل سکتا۔

بالکل اسی طرح ہمیں رمضان میں پورے مہینہ، صبر کی تربیت دی گئی، دیانت محنت اور محبت کی تربیت دی گئی۔ عبادت کی پابندیوں کی تربیت دی گئی، تلاوت قرآن کی تربیت دی گئی، ایثار و قربانی کی تربیت دی گئی، بے وقت جاگنے اور بے وقت سونے کی تربیت دی گئی، خدا اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کے لیے، اپنے روزمرہ کے معمولات چھوڑنے کی تربیت دی گئی، اس تربیت کے بعد ہم اور آپ آج، خدا کے سپاہی، یعنی مومن کامل بننے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

مومن کامل، بن جانا ایک بہت بڑا اعزاز ہے بہت بڑا شرف ہے جو مومن کامل بن جاتا ہے خدا اس کی عزت و آبرو، جان و مال، اور اہل و عیال کا محافظ بن جاتا ہے جو مومن کامل بن گیا، کمزوری، ذلت، خواری اس کے قریب نہیں آ سکتی۔ جو مومن کامل بن گیا، کسی کا ڈر، خوف اسے نہیں ستا سکتا۔ کاروبار میں برکت، معاشرے میں عزت کا ذریعہ۔ یہ مومن کامل بن جانا ہی ہے۔ زندگی کا لطف، چین، سکون، مومن کامل ہی کے لیے، مصائب و آلام کے وقت غیبی امداد کا وعدہ۔ مومن کامل ہی سے ہے

دنیا کا ہر اعزاز، مومن کامل ہی کو ملتا ہے۔ عذابِ قبر سے نجات، میدانِ حشر کی سختی سے چھٹکارا، مومن کامل ہی کا حصہ ہے، حوضِ کوثر سے سیراب ہونا مومن کامل ہی کے مقدر میں ہے، پل صراط سے گزرتے وقت ربِّ سلّم کی دعا مومن کامل ہی کے لیے ہے۔

غور کیجئے آپ یہ اعزاز چاہتے ہیں، دنیا و آخرت کی یہ بہترین زندگی آپ کو پسند ہے، دنیا کی موجودہ ذلت و خواری سے آپ نجات کے خواہاں ہیں، روزگار کے ذریعوں کو آپ سہل و آسان بنانا چاہتے ہیں کیوں نہیں ہم سب اسی کے لیے تو تڑپ رہے ہیں بے چین ہیں تو اب تڑپنے کی ضرورت نہیں شکر ادا کیجئے، خدا کا کہ اس نے ہمیں رمضان کا مقدس مہینہ نصیب فرما جس نے ہم میں مومن کامل بننے کی پوری طرح صلاحیت پیدا کر دی ہے اس اعزاز کے حاصل کرنے کی، ہم ایک مہینہ تربیت حاصل کر چکے ہیں، بس صرف آج یہ عزم کر لیجئے کہ جو کچھ ہم نے رمضان سے لیا ہے اس کو ضائع نہ ہونے دیں گے، اس کی حفاظت کریں گے، اور اس پر عمل کرتے رہیں گے۔

بس، صبر کو، باہمی ہمدردی کو، محنت کو، امانت و دیانت کو، اب اپنی زندگی کا حصہ بنا لیجئے۔ حرام کی دولت کا ڈھیر سامنے ہو تو نظر اٹھا کر نہ دیکھئے، دنیا کی عیاشی مفت بھی ہاتھ آئے تو اس کی طرف قدم نہ اٹھائیے، زندگی کے کس موڑ پر ہمت نہ ہاریئے، شریعت اور دین کی پابندی کو اپنی زندگی کا اولین مقصد بنا لیجئے، اگر ہم ان باتوں پر عمل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہمارے رب کا ہم ہی سے وعدہ ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	اور جو شخص، اللہ اور اس کے رسول
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔	کا حکم مانتا ہے، تو وہی بڑی کامیابی
	حاصل کرتا ہے (پ ۲۲، احزاب ۷۱)

پس دعا کیجئے کہ اے اللہ جس طرح تو نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں رمضان کی برکتیں نصیب فرمائیں۔ اسی طرح ان کو ہم پر باقی جاری رکھ اور اے اللہ ہم نے اس مقدس مہینہ میں جو تربیت حاصل کی۔ اسی کے مطابق ہمیں زندگی بسر کرنے کی توفیق وہمت عطا فرما۔ آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

انتیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

ہو سکتا ہے کہ آج رمضان المبارک کی آخری رات ہو، کہ اگر کل چاند نظر آ گیا تو انشاء اللہ پرسوں عید کا سورج طلوع ہو گا، انتیس روزوں کے بعد عید ہو جائے تو ہمیں افسوس نہیں بلکہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے بطور انعام ایک دن پہلے ہی عید عطا فرما دی جبکہ نبی کریم علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق ثواب تیس ہی روزوں کا ملے گا خود حضور علیہ السلام کی زندگی میں روزہ فرض ہونے کے بعد کل نو رمضان آئے جن میں صرف دو، رمضان تیس دن کے ہوئے، باقی سات انتیس دن کے۔

تو ہو سکتا ہے کہ یہ رمضان کی آخری رات ہو، بس اس لیے رمضان ہی سے متعلق ایک عبادت کا اور ذکر کیا جائے جس کو صدقۂ فطر کہتے ہیں اس کا ادا کرنا، نبی کریم علیہ السلام نے ہمارے لیے لازمی قرار دیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	کہ حضور علیہ السلام نے صدقۂ فطر
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکوٰۃَ الْفِطْرِ طُھْرَ	لازم کیا، روزوں کو بے ہودگی اور فحش سے
الصِّیَامِ من اللغو والرفث	پاک کرنے اور غریبوں کو کھانا دینے کے
وطعمۃ للمساکین (مشکوٰۃ شریف)	لیے۔

یعنی نبی کریم علیہ السلام نے اپنے غلاموں پر یہ صدقہ لازم قرار دیا، دو وجہ سے

ایک تو یہ کہ روزے کی حالت میں اگر ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے مثلاً ہم نے کسی کی غیبت کی جھوٹ بولا، کسی کو بری نظر سے دیکھا، کسی کے متعلق بدگمانی اور برا خیال کیا اور اسی قسم کی کوئی بھی، ایسی حرکت جو روزے کے تقدس کے خلاف تھی تو اب روزہ ختم ہونے پر ہم کچھ صدقہ کر دیں کہ صدقہ برائیوں کو مٹاتا ہے۔ ہمارا روزہ بھی اس سے صاف وستھرا ہو جائے گا۔

دوسری وجہ یہ کہ عید کے دن ہم ہمارے اہل وعیال سب خوشیاں منائیں گے، اچھے کپڑے پہنیں گے، ایک دوسرے کو تحفے دیں گے، پس ہمیں چاہیئے کہ اس موقع پر ہم اپنے خاندان محلے اور شہر کے غریبوں کا بھی خیال کر لیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تو خوشیوں میں مگن ہوں۔ اور ہمارے کسی غریب بھائی کے گھر میں کھانا تک نہ ہو، یہ صدقہ کم از کم عید کے دن کے لیے تو، غریب کی بے فکری کا ذریعہ بن سکے گا، اور وہ بھی ہماری طرح عید کی خوشی منا سکے گا۔

صدقہ فطر، ہر اس شخص پر واجب ہے، جس کے پاس عید کی نماز سے پہلے، اتنا مال موجود ہو جتنا زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے مقرر ہے یعنی صاحب نصاب ہو، زکوٰۃ مال پر سال گزر جانے کے بعد فرض ہوتی ہے لیکن صدقہ فطر واجب ہونے کیلئے سال گزرنا ضروری نہیں۔ ایسا شخص جس پر صدقہ فطر واجب ہے، وہ اپنی طرف اور اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے صدقہ دے گا، عورت خود اپنے صدقہ فطر کی ذمہ دار ہے۔ اگر شوہر نے اس کی طرف سے بھی ادا کیا تو جائز ہے یتیم بچوں کا صدقہ، ان کے دادا پر واجب ہے اگر دادا زندہ ہو، ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کی طرف سے ان کے کہے بغیر، صدقہ فطر ادا نہیں کیا جا سکتا، صدقہ فطر کی جو مقدار احادیث میں مذکور ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کھانے پینے کا سامان یا اس کی قیمت وغیرہ اتنی دی جائے کہ کم از کم ایک غریب آدمی کے دو وقت پیٹ

بھرنے کا انتظام ہو سکے، تاہم گیہوں وغیرہ کی قیمت میں، کمی زیادتی کی وجہ سے، ہر سال صدقۂ فطر کی رقم میں بھی تبدیلی ہوتی ہے لہٰذا وہی مقررہ مقدار ادا کی جائے جو اس سال کے رمضان کے لیے علماء نے بتائی ہے،

صدقۂ فطر رمضان میں بھی ادا کیا جا سکتا، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے۔

وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین۔

کہ صحابہ کرام، صدقہ فطر، عید سے ایک دو دن قبل ادا کر دیا کرتے تھے۔

لیکن عید کے دن نماز عید کو جانے سے پہلے ادا کرنا بہتر ہے، صدقۂ فطر انہی لوگوں کو دیا جا سکتا ہے جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ جیسے سید کو، مدارس میں پڑھانے والے اساتذہ، ماں باپ کو اولاد کو صدقہ فطر نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح مسجد کی تعمیر وغیرہ پر بھی اس کی رقم خرچ نہیں کی جا سکتی،

صدقۂ فطر صرف ان لوگوں پر واجب نہیں۔ جنہوں نے روزے رکھے، بلکہ جو بیماری وغیرہ یا کسی بھی سبب سے روزے نہ رکھ سکے وہ بھی صدقہ فطر ادا کریں۔

بہر حال، صدقہ فطر رمضان کی آخری عبادت ہے۔ اس کو ادا کرنا نہ بھولیے۔ نیز کوشش کیجئے کہ خیر و عافیت سے روزے پورے ہونے اور عید کی خوشی نصیب ہونے پر، اس واجب صدقہ کے علاوہ مزید جتنا صدقہ دیا جا سکے، دینا چاہیئے کہ یہ صدقہ دینے خیرات کرنے، غریبوں کا بھلا کرنے کا بہترین موقع ہے اور نبی کریم علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق،

ان الصدقۃ لتطفیٔ غضب الرب وتدفع میتۃ السوء۔

صدقہ خدا کے غضب اور بری موت کو دور کر دیتا ہے۔

یعنی صدقہ کرنے والا، خدا کے غیظ و غضب سے بھی محفوظ رہتا ہے اور بری موت

سے بھی، نیز صدقہ دینے سے مال میں کمی بھی نہیں ہوتی کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ما نقصت صدقة من مال وما زاد الله عبدا بعفو الا عزًّا وما تواضع احد لله الا رفعه الله۔

صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کر دینے سے اللہ عزت دیتا ہے۔ اور تواضع اختیار کرنے والے کو اللہ بلند کر دیتا ہے۔

کتنی پیاری باتیں ہیں کہ صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور جو شخص اپنے سے چھوٹے یا اپنے مسلمان بھائی کی غلطی کو معاف کر دیتا ہے، اللہ اس کو عزت دیتا ہے، اور جو شخص اپنے آپ کو سب سے کمزور، چھوٹا اور گناہگار جانتا ہے، اللہ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے۔

غرضیکہ، رمضان کے مقدس مہینہ کو جس نے ہمیں بہت نعمتوں سے نوازا، رخصت کیجئے۔ صدقہ وخیرات کے ساتھ، غریبوں پر شفقت اور ان کی امداد کے ساتھ، اللہ ہمارے صدقۂ فطر کو ہمارے روزوں کی پاکیزگی کا ذریعہ بنائے اور اس کی برکتیں ہمیں عطا فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ و

اصحابہ اجمعین۔

تیسویں رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین

حضرات محترم!

خدا کا شکر ہے کہ عید کا چاند نظر آگیا، تمام مسلمان بھائی بہنوں کو عید مبارک ہو، خدا کی طرف سے خوشی و مسرت کا یہ دن ہمیں رمضان المبارک ہی کی برکت سے نصیب ہوا ہے، کہ ہم نے رمضان کی نعمتوں سے اپنی جھولیاں بھریں، خدا نے اپنی اس نعمت پر شکر اور خوشی ظاہر کرنے کے لیے ہمیں عید کا پُرمسرت دن عطا فرمایا، کیونکہ ہمارا رب چاہتا اور پسند فرماتا ہے کہ ہم اس کی نعمتیں ملنے پر اظہار خوشی کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ اس لیے روزوں کی فرضیت اور احکام کو بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا گیا۔

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔	تاکہ تم اللہ کی تکبیر کہو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی، اور تاکہ تم شکر کرو۔

یعنی جب رمضان کے دن پورے ہوجائیں تو خدا کی طرف سے رمضان کے احکام کی پابندی کی ہدایت ملنے اور اس کا شکر ادا کرنے پر تم تکبیر کہو، تکبیر والی نماز پڑھو ایسی نماز جس میں عام نماز سے زیادہ تکبیریں ہیں، دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ (پ۱۱، یونس، ۵۸)	آپ فرما دیجئے کہ یہ کتاب، اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوئی پس انہیں چاہیئے کہ اس پر خوشی منائیں یہ بہتر ہے، ان تمام چیزوں سے جن

سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں۔

زندگی کے لیے ایک مکمل قانون، قرآن کا ملنا، ہم پر خدا کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ ہمیں اس نعمت کے ملنے پر کوئی خوشی ہوئی یا نہیں، کیونکہ:

وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ○	اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کیا کرو۔ (پ ۳۰، الضحیٰ، ۱۱)

خدا کا ارشاد ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کی نعمتوں کو ظاہر کر کے ان پر خوش ہو کر اس کا شکر ادا کیا جائے، شکر ادا کرنا خدا کی طرف سے نعمتوں میں اضافہ کا ذریعہ بنتا ہے۔

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ ۔ (پ ۱۳، ابراھیم، ۷)	اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر زیادہ کروں گا اور تم نے ناشکری کی تو یقیناً میرا عذاب سخت ہے۔

شکر ادا کرنے والوں پر، نعمتوں اور رحمتوں کی بارش زیادہ ہوتی ہے اور ناشکری کرنے والے عذابِ الٰہی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

غرضیکہ عید کا دن، خوشی اور مسرت کا دن ہے خدا کی نعمت ظاہر کرنے اور اس پر شکر ادا کرنے کا دن ہے۔ اس دن مسلمانوں کو آپس میں ملنا جلنا ایک دوسرے کو مبارکباد، دینا اور باہمی محبت والفت ظاہر کرنا چاہیئے کہ خدا کو اپنے بندوں کی یہ ادا بہت پیاری ہے، خدا اس حال میں بندوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو۔

باھی اللّٰہ بھم ملائکتہ ۔	اللہ فرشتوں پر اپنے بندوں سے فخر کرتا ہے۔

کہ فرشتے تو انسان کو صرف فتنہ و فساد کرنے والا ہی سمجھتے تھے لیکن آج دیکھیں کہ اس انسان ہی میں میرے یہ بندے بھی ہیں۔ جنہوں نے میرے لیے روزے رکھے۔

اور رمضان کے تمام احکام کی پابندی کی، آج میرے یہ بندے کتنے پیارے انداز میں میری تکبیر کہہ رہے ہیں۔ میرا شکر ادا کر رہے ہیں، سرکار فرماتے ہیں۔

فقال یا ملائکتی ما جزاء	اللہ فرماتا ہے اے میرے فرشتوں، اس
اجیر وفی عملہ قالوا	مزدور کا کیا بدلہ ہے، جس نے اپنا کام پورا کر لیا۔
ربنا جزاءوہ ان یوفی	فرشتے عرض کرتے ہیں ہمارے رب
اجرہ۔	اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسکا پورا ثواب دیا جائے۔
قال ملائکتی عبیدی و	اللہ فرماتا ہے اے فرشتو، میرے بندو
امائی قضوا فریضتی	اور میری بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا
علیهم ثم خرجوا یعجون	جو ان پر تھا، پھر دعا میں شور مچاتے نکل
الی الدعاء۔	پڑے ہیں۔

یعنی انہوں نے پابندی سے پورے مہینہ روزے رکھے اور اب تکبیر کہتے تسبیح پڑھتے۔ گھروں سے نکل پڑے ہیں، خوشیاں ان کے چہروں کو چمکا رہی ہیں، ایمان سے ان کے دل بہت روشن ہیں، سب آبادیوں سے نکل کر میرے دربار میں سجدہ کر رہے ہیں مجھ سے مغفرت، عافیت اور دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ پس۔

وعزتی وجلالی وکرمی	مجھے اپنی عزت، اپنے جلال، اپنے کرم
وارتفاع مکانی لاجیبنهم۔	اپنی بلندی اور اپنے بلند مرتبہ کی قسم
	میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا۔

فیقول ارجعوا قد غفرت	پھر فرماتا ہے، اے میرے بندو، لوٹ
لکم وبدلت سیاتکم	جاؤ، میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری برائیوں
حسنات۔	کو خوبیاں بنا دیا۔

نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں۔

فیرجعون مغفورا لھم۔ پھر یہ لوگ بخشے ہوئے لوٹتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کیسا مقدس بابرکت دن ہے ہماری عید کا، دنیا کا کوئی مذہب اپنے ماننے والوں کو تہوار کا وہ تصور اور طریقہ نہیں دیتا جو اسلام نے ہمیں عطا فرمایا کہ ہماری عید کا دن دوسری قوموں کے تہواروں کی طرح، لہو ولعب اور مذہب واخلاق سے آزادی کا دن نہیں بلکہ خدا کی یاد اور اس کے فضل واحسان پر اس کا شکر ادا کرنے کا دن ہے۔ جس میں ہماری خوشی میں اللہ کے فرشتے بھی شریک ہیں اور خود ہمارا رب ہمیں اس حال میں دیکھ کر خوش ہے پس ہمیں اس خوشی کے دن کو منانے کا طریقہ یہ بتایا گیا کہ،

عید کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہم نماز فجر ادا کریں۔ مرد مساجد میں جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ عورتیں گھروں میں ادا کریں پھر خاص طور پر جسم کی صفائی کے لیے غسل کریں، سب سے بہتر، جو لباس نصیب ہو پہنیں، خوشبو وغیرہ، زینت کی وہ تمام چیزیں استعمال کریں۔ جو شریعت نے ہمارے لیے جائز قرار دی ہیں۔ جس طرح ہمارا جسم اور لباس بے داغ، صاف ستھرا ہے۔ اسی طرح ہم اپنے دل کو بھی، بغض وکینہ اور نفرت وعداوت کے داغ، میل کچیل سے صاف کرلیں۔ خطبہ امام سنیں اور ہاتھ اٹھا کر خدا سے خوب مانگیں۔ پھر آپس میں گلے ملیں مبارک باد دیں اب یہ عید منانے، خدا کو یاد کرنے والے جب گھر واپس ہوں گے تو یقیناً "مغفور" بخشے ہوئے ہوں گے

یہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، جس پر ہمارا ایمان ہے۔

عورتیں گھروں میں رہ کر اپنی ذمہ داریاں پوری کرتی ہیں۔ وہ اگرچہ آج عید کی خصوصی نماز ادا نہیں کرسے گی کہ ان پر نماز عید واجب ہی نہیں۔ لیکن گھروں میں رہ کر ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہی ان کی عبادت ہے اور جس طرح بخشش کی خوشخبری

مردوں کے لیے ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے۔

پس ہماری ذمہ داری ہے کہ عید کو اسی تصور اور طریقہ سے منائیں جو اسلام نے ہمیں بتایا ہے۔ اس مقدس دن کو رسم نہ سمجھا جائے۔ شریعت کے خلاف کوئی عمل نہ ہونے پائے تو واقعی عید ہماری عید ہے بڑی بابرکت اور ذریعۂ مغفرت ہے۔

آئیے دعا کریں کہ مولیٰ اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کے صدقے میں، کل کے دن کو ہمارے لیے اپنی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا دن بنا اور ہمیں، اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے خوشیاں نصیب فرما، آمین۔

میری طرف سے۔ اور ان مضامین کے مرتب کی طرف سے آپ سب کو عید مبارک ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین۔

◆

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے
بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

اهل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش

آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سیّد سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ھی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ۝ پاکستان